COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

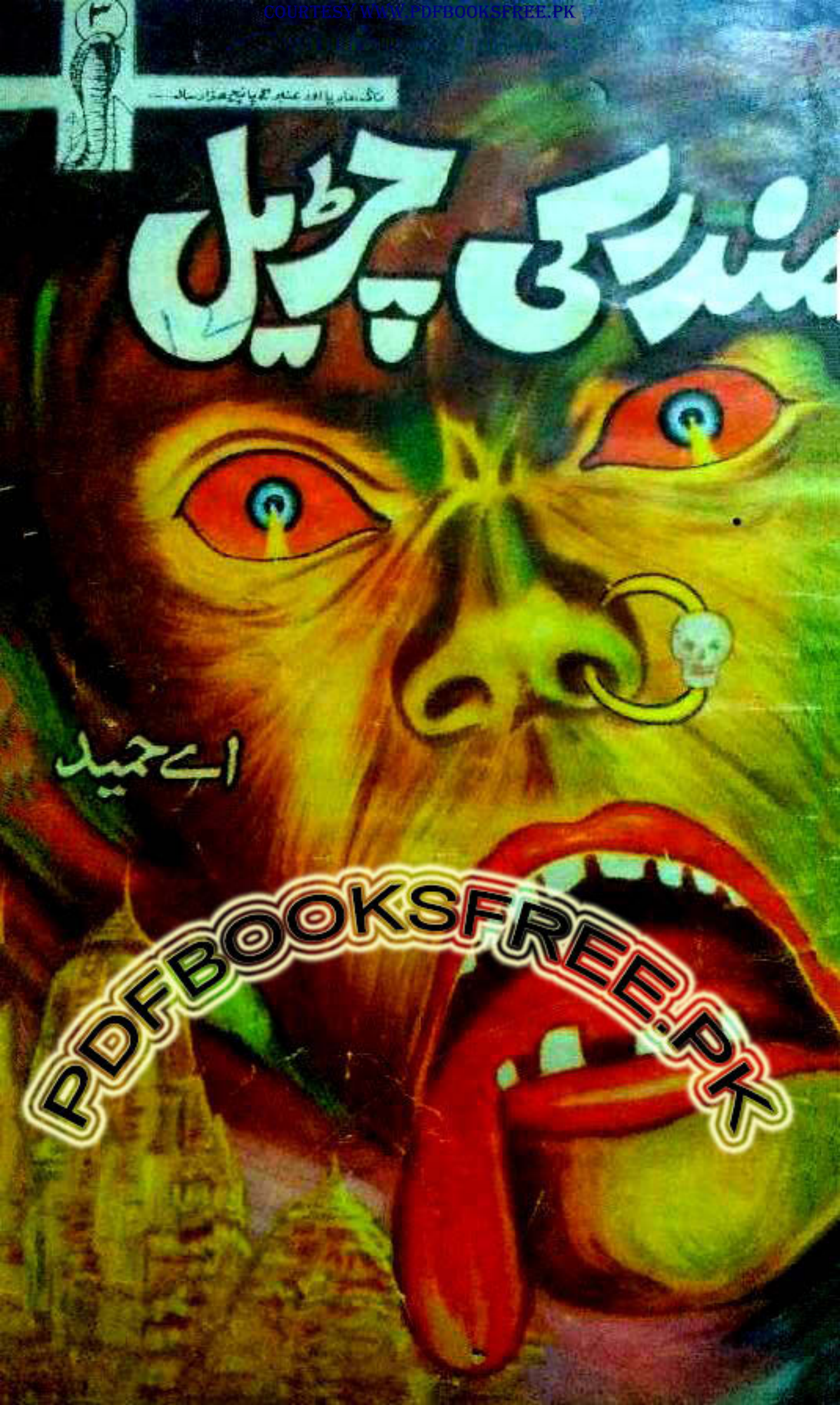

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

SCAN BY
MUHAMMAD ARSHAD

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی
سنسنی خیز داستان

مندر کی چڑیل

اے۔ حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیارے دوستو !

پچھلی قسط "جہاز ڈوب گیا" میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر کا جہاز سمندری طوفان میں غرق ہو گیا اور وہ ایک تختے پر جان بچا کر سمندر میں نکل کھڑا ہوا — اس کے ساتھ ایک مکار انگریز بھی تھا جس کی نظر عادل چچا کے قیمتی مغل ہار پر تھی جسے یہ لوگ بہادر شاہ ظفر جلا وطن بادشاہ کو دینے رنگون جا رہے تھے — عادل چچا عنبر کے ساتھ تھا — یہ لوگ ایک آدم خور جزیرے پر پہنچتے ہیں۔ یہاں بڑے ڈرامائی انداز میں ایک زہریلے سانپ کی شکل میں عنبر کی ناگ سے ملاقات ہوتی ہے — مگر۔ انگریز جاسوس عادل چچا کو ہلاک کر کے ہار اپنے قبضے میں کر لیتا ہے — ناگ سانپ بن کر انگریز جاسوس سے بدلہ لیتا ہے — اب ناگ کسی بحری جہاز کی تلاش میں سمندر کے اوپر اڑنے لگتا ہے — جزیرے میں ایک آدم خور ایک خوبصورت انگریز لڑکی کو پکڑ کر لاتے ہیں اور اسے بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے ہوتے ہیں کہ عنبر وہاں پہنچ جاتا ہے — آدم خور عنبر پر نیزوں اور کلہاڑیوں سے حملہ کر دیتے ہیں اور پھر —

اس کے بعد کیا ہوتا ہے ؟ یہ آپ خود پڑھیے :

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

- بھیانک موت
- ناگ مل گیا
- خونی ڈاکو آ گئے
- سانپوں کا حملہ
- سمندر کی چڑیل

بھیانک موت

دن کی روشنی میں آدم خور جزیرہ صاف نظر آنے لگا تھا۔ اونچے اونچے درختوں کے جھنڈ پہاڑی ڈھلوانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ سمندر کی لہروں نے کشتی کو جزیرے کے کنارے پر لگا دیا۔ عادل چچا نے ساحل کی ریت پر اترتے ہوئے عنبر سے کہا کہ اس کانے انگریز سے ہمیں خبردار رہنا ہوگا۔

عنبر نے کہا، فکر نہ کرو چچا۔ یہ شخص ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

ہندو تاجر اور کانا انگریز ریت پر لیٹ گئے۔ عادل چچا بھی سمندری طوفان کی مار کھا کر لاغر سا ہو رہا تھا۔ عنبر اسی طرح چاق و چوبند تھا۔ کانا انگریز ہندو تاجر سے کچھ کھسر پھسر کرنے لگا۔ ریت پر لیٹے لیٹے انگریز نے سر اٹھا کر عنبر کی طرف دیکھا اور پھر ہندو تاجر سے کھسر پھسر کرنے لگا۔ عادل چچا نے عنبر کے کان میں کہا:

"یہ لوگ ہمارے خلاف کوئی گہری سازش کر رہے ہیں۔ میرا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خیال ہے، ہمیں جزیرے میں کہیں روپوش ہو جانا چاہیے۔"

عنبر نے کہا:

"چچا پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کہہ جو دیا کہ یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وقت آنے پر تم خود دیکھ لینا۔"

عادل چچا کو عنبر کی خفیہ طاقت کا ابھی تک علم نہیں تھا۔ کچھ دیر ریت پر آرام کرنے کے بعد کانا انگریز اور ہندو تاجر اُٹھ کر عنبر کے پاس آ گئے۔ انگریز نے جزیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"میں نے ان جزیروں کے بارے میں بہت کچھ پڑھ رکھا ہے۔ اس سمندر میں یہ سارے کے سارے جزیرے آدم خور وحشیوں سے آباد ہیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ کہیں سے کوئی کشتی مل جائے اور ہم یہاں سے فرار ہو جائیں۔"

جس تختے پر وہ بیٹھ کر جزیرے تک پہنچے تھے وہ سمندری تھپیڑوں سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ عنبر کو سب سے زیادہ افسوس بریف کیس کے سمندر میں غرق ہو جانے کا تھا جس میں اُس کا ٹیپ ریکارڈر اور کیسٹ تھے۔ صرف ریوالور اور گولیاں اُس کے پاس جیب میں پڑی رہ گئی تھیں۔ سگریٹ لائٹر بھی بریف کیس میں ہی تھا۔

انگریز کے مشورہ پر عنبر نے کہا:

"کشتی ہمیں یہاں صرف آدم خوروں سے ہی مل سکتی ہے۔"

اس پر ہندو تاجر خوف سے کانپتے ہوئے بولا:

"ارے باپ رے — میں تو آدم خوروں کی کشتی میں نہیں بیٹھوں گا۔"

انگریز بولا:

"ہم اُن کی کشتی چُرانے کی کوشش کریں گے۔"

عنبر نے کہا:

"یہاں سے ہماری منزل رنگون کتنی دُور ہو گا؟"

انگریز نے ریت پر شمال جنوب کے نشان لگا کر کچھ حساب کیا اور بولا:

"میرے اندازے کے مطابق ہم اس وقت کالے پانی کے ایک جزیرے میں ہیں — اور رنگون یہاں سے دو دن کے سمندری سفر پر ہے۔ اگر ہم کشتی میں بیٹھ کر جائیں تو یہ سفر چھ سات دنوں میں طے ہو سکتا ہے۔"

عادل چچا کہنے لگا:

"اس صورت میں ہمیں چھ سات دنوں کی خوراک اور پانی کشتی میں ذخیرہ کر کے رکھنا ہو گا۔"

"ہاں، ہم اس جزیرے سے ناریل زیادہ سے زیادہ لے کر کشتی میں بھر لیں گے۔ ناریل سے ہمیں خوراک اور پانی دونوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ل جائیں گے ۔"

ہندو تاجر کا ڈر کی وجہ سے رنگ زرد ہو رہا تھا۔ وہ کھلے سمندر میں کشتی میں بیٹھ کر سفر کرنے سے گھبرا رہا تھا۔ اُس نے انگریز سے کہا :

"حضور، کیا ہی اچھا ہو کہ ہم یہاں بیٹھ کر کسی بحری جہاز کا انتظار کر لیں ۔"

انگریز نے کہا :

" اس سے پہلے جزیرے کے آدم خور تمہیں چٹ کر جائیں گے ۔"

"ارے باپ رے ۔"

ہندو تاجر نے کانوں سے ہاتھ لگائے اور ریت پر بیٹھ گیا آخر یہی فیصلہ کیا گیا کہ پہلے تو جزیرے میں کوئی ایسا ٹھکانا تلاش کیا جائے، جہاں کشتی چُرانے تک رہا جا سکے ۔ یہ جگہ خفیہ ہونی چاہیے ۔ اس کے بعد کشتی چُرا کر اس میں زیادہ سے زیادہ خوراک کا ذخیرہ کیا جائے ۔ اور پھر کشتی کو زنگون کی طرف سمندر میں ڈال دیا جائے ۔

انگریز نے مشورہ دیا :

"میرا خیال ہے، ہمیں جزیرے کے مشرق کی طرف جا کر کوئی خفیہ جگہ تلاش کرنی چاہیے ۔"

عنبر نے کہا :

" اگر آدمخوروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو کیا ہمارے پاس اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے کچھ ہے ؟"

انگریز نے جیب سے ایک خنجر نکال کر کہا :

"میرے پاس سوائے اس خنجر کے اور کچھ نہیں ۔"

عنبر نے ریوالور نکال کر کہا :

"میرے پاس یہ گن ہے ۔"

انگریز نے ریوالور کو بڑی حیرت سے دیکھا ۔ پھر اُسے الٹ پلٹ کر جائزہ لیا ۔ اس نے آج تک ایسی گن نہیں دیکھی تھی۔ اس زمانے میں پستول کو بھی گن ہی کہتے تھے ۔

"یہ تم نے کہاں سے لی مسٹر عنبر ؟"

عنبر اُسے کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا ۔ اُس نے کہا :

"یہ میں نے بڑی محنت سے خود تیار کی ہے ۔"

لیکن انگریز کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے عنبر کی بات کا یقین نہیں آیا ۔ وہ خاموش رہا ۔ اور ریوالور عنبر کو واپس کر دیا ۔ جتنی دیر تک ریوالور کانے انگریز کے ہاتھوں میں رہا، چچا عادل بے چین رہے ۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ اسے ہپناٹائز کرا کر اُس سے مغلیہ خاندان کا انمول ہار نہ چھین لے ۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُنھوں نے جزیرے کے مشرق کی طرف سمندری ساحل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ آگے آگے کانا انگریز تھا۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ بیچ میں ہندو تاجر تھا۔ اس کے بعد عادل چچا تھا اور سب سے آخر میں عنبر چلا آ رہا تھا۔ جزیرے پر سورج کی پھیکی پھیکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کیونکہ آسمان پر ابھی تک بادل چھائے ہوئے تھے۔ ساحل پر جگہ جگہ بڑے بڑے چٹانی پتھر پڑے تھے جن کے ساتھ آ آ کر سمندری لہریں ٹکرا رہی تھیں اور شور پیدا کر رہی تھیں۔

جزیرے پر ایک عجیب قسم کی گہری پُراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ درخت پہاڑی ڈھلانوں پر خاموش کھڑے تھے۔ ان میں کوئی پرندہ بھی نہیں بول رہا تھا۔ گرمی اور حبس تھا۔ کانے انگریز نے کہا:

"ہمیں زیادہ آگے نہیں جانا چاہیے۔ آگے خطرہ ہو سکتا ہے۔"

ہندو تاجر بولا:

"ارے باپ رے، خطرے والی بات نہ کریں۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر ہمیں اس جگہ جنگل میں کوئی ٹھکانا تلاش کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور وہ ساحل سے ہٹ کر جنگل میں گھس گئے۔

جزیرے کے جنگل عام طور پر بڑے گھنے ہوتے ہیں۔ یہ جنگل بھی بڑا گھنا اور ڈراؤنا تھا۔ درختوں کی شاخیں ایک دوسری میں پھنسی ہوئی تھیں اور زمین کو چھو رہی تھیں۔ زمین پر گھاس اور جنگلی جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ بعض درختوں کے تنے سانپ کی طرح زمین پر بل کھا کر پھیلے ہوئے تھے۔ جنگل میں کافی اندر جا کر ایک بہت بڑا درخت آ گیا، جس کے تنے کی کھوہ میں اتنا بڑا سوراخ تھا کہ ایک آدمی بیٹھ کر اندر جا سکتا تھا۔ انگریز وہاں رُک گیا۔

"یہ جگہ چھپنے کے لیے ٹھیک رہے گی۔"

ہندو تاجر بولا:

"اس کے اندر کوئی اژدہا نہ رہتا ہو؟"

انگریز نے مسکرا کر کہا:

"اگر کوئی اژدہا نکل آیا تو ہم تمہیں اُس کے آگے ڈال دیں گے۔"

خوف سے ہندو تاجر کی توند ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

وہ کھوہ میں اُتر گئے۔ کھوہ اندر سے کافی بڑی تھی۔ دیواروں اور چھت پر درخت کی جڑیں پھیلی ہوئی تھیں۔ زمین نرم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور گیلی تھی — انہوں نے جنگل سے پتے لاکر وہاں فرش بچھا دیا۔ پھر پتوں، اور گھاس کے بستر بنائے۔

انگریز نے کہا:

"عنبر، ہمیں مل جل کر کام کرنا ہوگا — پتوں کا بستر میں نے بچھا دیا — اب تم ایسا کرو کہ جنگل میں جا کر پھل اور ناریل تلاش کرو تاکہ ہم خوراک کو ذخیرہ کرکے رکھ لیں — ہو سکتا ہے ہمیں اس جگہ ہفتہ بھر رہنا پڑے۔"

کانے انگریز کی سازش یہ تھی کہ عنبر کو پھل تلاش کرنے جنگل میں بھیج دیا جائے — ہو سکتا ہے کہ وہ آدمخوروں کے ہتھے چڑھ جائے اور وہ بوڑھے عادل سے قیمتی ہار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے کیونکہ جب سے اس نے عنبر کے پاس ریوالور دیکھا تھا، وہ محتاط ہو گیا تھا —

عنبر نے کہا:

"میں ابھی پھل تلاش کرکے لاتا ہوں۔"

اور وہ درخت کی کھوہ سے نکل کر جنگل میں آگیا — کافی آگے جا کر اُسے ناریل کے اُونچے اُونچے درخت نظر آئے جن کے نیچے ناریل گرے پڑے تھے — عنبر نے ناریل اُٹھا کر جھولی میں ڈالے اور واپس آکر انگریز کے آگے ڈال دیے —

"ابھی اتنے ہی کافی ہیں — وہاں ڈھیروں ناریل پڑے

ہیں — کل جا کر اور لے آئیں گے۔"

انگریز مایوس ہو گیا — اس کا خیال تھا، عنبر واپس نہیں آئے گا — بہرحال اب وہ کسی دوسرے موقع کی تاڑ میں رہا — جزیرے پر شام آئی تو دُور کسی دوسرے جزیرے سے پرندوں کے جھنڈ آکر درختوں میں بسیرا کرنے لگے — کچھ دیر وہ شور مچاتے رہے — پھر چاروں طرف گہری خاموشی چھا گئی —

انہوں نے ناریل توڑ کر کھائے اور ان کا میٹھا پانی پی لیا — رات آگئی — سناٹا ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا، جزیرے میں ہر شے مر گئی ہے — کہیں زندگی کی کوئی آواز نہیں تھی۔ ہندو تاجر کا ڈر سے وزن کم ہو گیا تھا۔

آدھی رات کے بعد سب سو گئے، مگر عنبر جاگ رہا تھا — اُسے سونے کی ضرورت بھی نہیں تھی — وہ کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز تھا — کانا انگریز کچھ دیر تک عنبر سے باتیں کرتا رہا تھا۔ وہ اُس سے پوچھتا رہا کہ وہ کہاں جا رہے تھے اور یہ بوڑھا کون ہے — عنبر نے صرف اتنا بتایا کہ بوڑھا عادل اس کا چچا ہے اور وہ زنگون اپنے ایک رشتے دار کے ہاں جا رہے تھے —

کانے انگریز کی باتوں سے عنبر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اُسے مغلیہ مار کا پتا چل چکا ہے اور وہ اُس کی تلاش میں ہے —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر دل ہی دل میں ہنس دیا — کہ یہ کانا انگریز اپنی موت کو آوازیں دے رہا ہے۔

اب ایسا ہوا کہ رات جب آدھی سے زیادہ گزر چکی تو جنگل میں چاند نکل آیا مگر اس کی روشنی گھنے درختوں کے اندر بڑی مشکل سے آ رہی تھی — انگریز، ہندو تاجر اور عادل چچا سبھی سو رہے تھے — عنبر جاگ رہا تھا — اچانک اسے ایک آہٹ سنائی دی — جیسے کوئی سوکھے پتوں پر پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا ہو۔

عنبر چوکنا ہو گیا — یہ کون ہو سکتا ہے! کیا آدم خور آ گئے — عنبر چپکے سے کھوہ سے باہر نکل آیا۔

جنگل میں ہر طرف ویرانی اور خوف ناک خاموشی تھی گھنی شاخوں سے چاند کی کرنیں جھاڑیوں پر رقص کر رہی تھیں۔ عنبر نے چاروں طرف دیکھا — درختوں کے نیچے گیلی زمین پر سوکھے پتے بکھرے ہوئے تھے — مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا — عنبر نے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور بائیں طرف والے درختوں کی طرف چلا — اس کا خیال تھا کہ آہٹ کی آواز ادھر سے ہی آئی تھی۔

وہ کافی آگے نکل گیا — پھر یہ سوچ کر واپس پلٹا کہ اسے اپنے ساتھیوں سے زیادہ دور نہیں جانا چاہیے — کم از کم عادل چچا

کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے — کیونکہ خطرہ تو اس کی کمر کے گرد بیلٹ میں چھپا پڑا تھا — مکار انگریز اسے ہلاک کر کے آرام سے فرار ہو سکتا تھا۔

عنبر واپس مڑا — ابھی وہ اپنے درخت کی کھوہ سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر تھا کہ اس نے ہلکی ہلکی چاندنی میں ایک ایسا بھیانک منظر دیکھا کہ اس کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے حالانکہ وہ بہت کم ڈرا کرتا تھا، بلکہ ڈر تو اس کے قریب بھی نہیں آتا تھا — لیکن جو کچھ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا تھا، وہ اس قدر ڈراؤنی بات تھی کہ کوئی دوسرا انسان دیکھ لیتا تو دہشت کے مارے بے ہوش ہو جاتا۔

عنبر نے دیکھا کہ درخت کی کھوہ میں سے ایک بہت بڑے سبز اور سیاہ رنگ کے اژدہا نے اپنا سر باہر نکالا۔ اس کا باقی دھڑ کنڈلی مارے کھوہ کے باہر ایک ڈھیر کی طرح پڑا تھا — اژدہا نے سر باہر نکالا تو اس کے منہ میں ہندو تاجر آدھا اندر جا چکا تھا — صرف ہندو تاجر کی ٹانگیں اور کہنیوں تک ہاتھ اژدہا کے منہ سے باہر تھے جو آہستہ آہستہ ہل رہے تھے — ایسا لگتا تھا کہ اژدہا نے خاموشی سے رینگتے ہوئے درخت کی کھوہ میں منہ ڈالا اور سب سے پہلے سوئے ہوئے ہندو تاجر کے سر کو منہ میں ایک دم سے نگل لیا اور وہ کوئی آواز تک نہ نکال سکا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے ریوالور نکال کر اژدہا کے پیٹ پر دو فائر کیے۔ گولیوں کے دھماکے سے جنگل گونج اٹھا — انگریز اور عادل چچا ہڑبڑا کر کھوہ سے باہر نکل آئے — اژدہا کے منہ میں ہندو تاجر کو دیکھ کر وہ لرز اٹھے — اژدہا زخمی ہو کر تڑپ رہا تھا — کانے انگریز نے خنجر نکال کر اژدہا پر وار کرنے شروع کر دیے۔ اژدہا مر گیا — انہوں نے اژدہا کی گردن کاٹ کر ہندو تاجر کو اژدہا کے منہ میں سے باہر نکالا —

اس کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی — اژدہا کے دانتوں ہندو تاجر کے اوپر والے آدھے دھڑ کو اس طرح چھیل دیا تھا کہ کھال اڑ چکی تھی اور گوشت ادھڑ گیا تھا —

انگریز نے عنبر سے کہا :

"اس جزیرے میں ایسے اژدہا بہت ہوتے ہیں۔ بیچارے کی موت اسی طرح لکھی تھی — ہمیں اسے دفن کر دینا چاہیے"

عادل چچا نے کہا :

"ہندو لوگ لاش کو دفن نہیں کیا کرتے، بلکہ جلایا کرتے ہیں —"

انگریز بولا :

"ہم آگ جلانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے — گولیوں کی آواز سے جزیرے کے آدم خور پہلے ہی ہوشیار ہو چکے ہو

گے —"

عنبر نے کہا :

"میں اس ہندو تاجر کی جان بچانا چاہتا تھا۔ وگرنہ میں گولی چلانے سے خود کترا رہا تھا —"

انہوں نے اسی جگہ گڑھا کھود کر اژدہا اور ہندو کی لاشوں کو دفن کر دیا — کیونکہ خطرہ تھا کہ ان کی لاشیں باہر رہیں تو جزیرے کی گوشت خور چیونٹیاں حملہ کر دیں گی — اس کے بعد وہ کھوہ میں آ کر بیٹھ گئے — باقی رات انہوں نے جاگ کر کاٹ دی —

جنگل میں دن کی روشنی پھیلنے لگی — درختوں میں سے تھوڑا تھوڑا آسمان دکھائی دے رہا تھا —

انگریز نے کہا :

"ہمیں مشرقی ساحل کی طرف جا کر کوئی کشتی تلاش کرنی چاہیے — میرا اندازہ ہے کہ آدم خوروں نے مشرقی ساحل کی طرف کشتیاں رکھی ہوئی ہیں"

عادل چچا نے کہا :

"اُدھر خطرہ زیادہ معلوم ہوتا ہے"

انگریز بولا :

"یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہی ہوگا — نہیں تو ایک نہ ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رات کو ہم بھی کسی دوسرے اژدہا کی خوراک بن جائیں گے اور اگر اژدہا نہ آیا تو آدم خور ہمیں کھا جائیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے — کیونکہ ہو سکتا ہے، گوریلوں کی آواز کی وجہ سے آدم خور اس جگہ حملہ کر دیں۔"

انگریز کہنے لگا:

"مناسب خیال ہے — چلو ہم یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔"

تینوں کھوہ سے نکل جزیرے کے مشرقی کنارے کی طرف روانہ ہو گئے۔ کانے انگریز کے پاس کمپاس تھی، جس سے سمت کا اندازہ ہو رہا تھا — دوپہر تک وہ جنگل کے گنجان اور کانٹے دار جھاڑیوں سے بھرے ہوئے راستوں پر چلتے رہے۔ عادل چچا کا تھکان سے بُرا حال ہو گیا — انگریز کا جسم بھی کانٹوں سے جگہ جگہ سے چھل گیا تھا — مگر عنبر کو کچھ نہیں ہوا تھا — اس کے کپڑے ضرور پھٹ گئے تھے — لیکن جسم پر خراش تک نہ آئی تھی —

دوپہر کے وقت وہ ایک جگہ ناریل کے جھنڈ دیکھ کر رُک گئے —

اس جگہ ایک ندی بھی بہہ رہی تھی — ندی کے پانی پر انہوں نے غسل کیا — زمین پر سے ناریل اُٹھا کر اپنا پیٹ بھرا اور

کچھ دیر کو آرام کرنے ایک جگہ بیٹھ گئے — کانے انگریز نے عنبر سے کہا:

"میں دیکھ رہا ہوں مسٹر عنبر کہ تم پر سفر کی تکلیف کا کچھ اثر نہیں ہوتا — سمندری طوفان میں بھی تم بڑے سکون سے بیٹھے رہے تھے — اس کی کیا وجہ ہے — تمہارے جسم پر کانٹوں سے ایک بھی خراش نہیں آئی۔"

عادل چچا بھی کچھ حیران تھا اور یہی سوال وہ بھی عنبر سے پوچھنا چاہتا تھا —

عنبر مسکرا کر بولا:

"میرے پاس ایک ایسا جادو ہے جس کی وجہ سے مجھ پر کسی شے کا اثر نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں مانتا — جادو کوئی چیز نہیں۔" انگریز نے کہا۔

عنبر نے پوچھا:

"تو پھر مجھ پر کانٹوں کے زخم کیوں نہیں لگے؟"

انگریز بولا:

"میرا خیال ہے کہ تمہارے اندر مقابلہ کرنے کی طاقت زیادہ ہے اور ویسے بھی تم بڑی احتیاط سے چلتے ہو۔"

عنبر ہنس دیا:

"ٹھیک ہے — تم ٹھیک سمجھے — یہی میرے جادو کا راز ہے!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر خود بھی چاہتا تھا کہ انگریز اس غلط فہمی میں رہے۔
دوپہر کے بعد انہوں نے پھر جنگل میں اپنا سفر شروع کر دیا۔
شام کے سائے پھیل رہے تھے کہ انہیں درختوں کے درمیان سے
دُور سمندر کے کنارے پر کھڑی بڑی بڑی چٹانیں نظر آنے لگیں۔
"سمندر آگیا ہے — مگر کشتیاں کہیں دکھائی نہیں دیتیں۔"
انگریز نے درختوں کے درمیان سے غور سے سمندر کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا — سمندر کے پانی کو عادل چچا اور عنبر بھی دیکھ
رہے تھے —

عادل چچا کہنے لگا :

"ہو سکتا ہے، آدمخور ادھر نہ رہتے ہوں۔"

کانے انگریز نے سر کھجاتے ہوئے کہا :

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں کل صبح جزیرے کے
مغرب کی طرف جانا ہوگا۔"

عنبر کہنے لگا :

"پہلے چل کر دیکھیں تو سہی۔"

وہ جنگل سے نکل کر جزیرے کے مشرقی ساحل پر آئے
تو سورج سمندر میں غروب ہو رہا تھا — مگر وہ بادلوں کے پیچھے
تھا — شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ سمندر کی طرف
سے ٹھنڈی اور مرطوب ہوا چل رہی تھی۔ ان کا اندازہ درست نکلا۔

وہاں کسی جگہ ایک بھی کشتی نہیں تھی — انگریز کنارے کی ریت
پر بیٹھ گیا —

"اب ہمیں مغرب کی طرف جانا ہوگا — ایسا لگتا ہے یہ
جزیرہ ہمیں یہاں سے زندہ سلامت نہیں نکلنے دے گا۔"

وہ رات انہوں نے اُسی جگہ بسر کرنے کا فیصلہ کیا —
چٹانوں کے درمیان سمندر کی موجیں دُور دُور سے آکر اپنا سر
پھوڑ رہی تھیں — آخر انہوں نے ایک چٹان کے اندر جگہ تلاش
کر لی — یہ ایک چھوٹا سا غار تھا جو پانی کی لہروں نے ٹکرا ٹکرا
کر بنا لیا تھا — غار کے اندر پانی جمع تھا — دیوار کے ساتھ
بڑے بڑے پتھر پڑے تھے — انہوں نے ان پتھروں پر ٹھکانا بنا
لیا — انگریز جنگل سے ناریل اور کیلے لے آیا جو انہوں نے کھا
کر پیٹ کی آگ بجھائی —

رات گہری ہوئی تو بادلوں میں بجلی چمکنا شروع ہوگئی۔ اس
کی چمک چٹانی غار کے اندر تک آ رہی تھی — بجلی چمکتی تو اس
کے تھوڑی دیر بعد بادلوں میں گرج پیدا ہوتی، جس سے چٹانیں گونج
اٹھتیں — عادل چچا پتھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ بوڑھا کمزور
انسان تھا، تھک گیا تھا۔ بہت جلد گہری نیند میں کھو گیا — انگریز
بھی جیسے سو گیا تھا — عنبر دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھا غار کے
باہر دیکھتا رہا جہاں رہ رہ کر بجلی چمک جاتی تھی اور بادلوں کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گرج سنائی دے جاتی۔

پھر ایسا ہوا کہ عنبر کو اُونگھ آگئی؛ حالانکہ ایسا بہت ہی کم ہوا تھا کہ عنبر کو اُونگھ آئی ہو۔ مگر قسمت کی بات ہے کہ اُسے اونگھ آئی اور اس کی ذرا دیر کے لیے آنکھ لگ گئی۔ اچانک کھٹکا سا ہوا اور عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے سامنے مکار انگریز اُسی کا ریوالور تانے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے آگے بوڑھے عادل چچا کو کر رکھا تھا۔

"خبردار، اگر تم نے حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں اس بوڑھے کو ہلاک کر دوں گا۔"

ناگ مل گیا

عنبر پریشان ہوگیا۔

اس نے غلطی کی کہ سوگیا۔ بوڑھا عادل چچا بھی بھٹی بھٹی آنکھوں سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ عادل چچا کی کمر سے اُس نے مغلیہ خاندان کی آخری نشانی کروڑوں روپے کی مالیت کا قیمتی ہار نکال کر اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ کانا انگریز مکاری سے مسکرا رہا تھا۔

"میں شروع ہی سے اس ہار کی ٹوہ میں تھا۔ میں اس ہار کے لیے تمہارا پیچھا کر رہا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"عقل سے کام لو مسٹر، تم بے شک یہ ہار لے لو۔ مگر یہ بھی خیال کرو کہ تم ہماری مدد کے بغیر اس آدمخور جزیرے سے نہیں نکل سکو گے۔ تمہیں ہماری مدد کی ضرورت ہوگی۔"

انگریز نے ریوالور کی نال عادل چچا کی گردن پر رکھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئی تھی — کہنے لگا :

"میں جان بوجھ کر تم لوگوں کو اس طرف لایا ہوں۔ میں اس جزیرے سے خوب واقف ہوں — میں ایک بار پہلے بھی اس جزیرے پر آچکا ہوں — آدمخوروں کی کشتیاں اسی ساحل پر مشرقی چٹانوں کے پیچھے ہیں — میں اب یہاں سے فرار ہو رہا ہوں — اگر تم نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی تو میں اس بڑھے کو گولی مار دوں گا اور پھر تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

عنبر ایک پل میں اس مکار کانے انگریز کی گردن مروڑ سکتا تھا — مگر وہ بوڑھے عادل چچا کی خاطر مجبور تھا — اگر وہ آگے بڑھتا ہے تو انگریز یقیناً عادل چچا کو ہلاک کر دے گا —

اس نے صرف اتنا کہا :

"مسٹر، تم حماقت کر رہے ہو — یہ قیمتی ہار دلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی امانت ہے — ہمیں یہ ہار بادشاہ تک پہنچانا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ یہ ہار ہمیں واپس کر دو۔"

"ہا ہا ہا —" مکار انگریز نے قہقہہ لگایا : "تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو کہ میں اتنی دولت ہاتھ میں آئی ہوئی چھوڑ دوں گا؟ ہرگز نہیں — میں نے اس ہار کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے۔ میں تم دونوں کا خون کر کے بھی اسے لے جاؤں گا — اب ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ —"

کانے انگریز نے ریوالور کی نالی عادل چچا کی کنپٹی پر رکھ دی تھی — عادل چچا نے کہا :

"عنبر بیٹے، تم میری جان کی پروا نہ کرو۔ اس دھوکے باز سے ہار چھین لو۔"

مگر عنبر کچھ اور سوچ رہا تھا — وہ بوڑھے عادل چچا کی زندگی سے کھیلنا نہیں چاہتا تھا — اسے معلوم تھا، ظالم انگریز کروڑوں روپے کے ہار کی خاطر کئی لوگوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔

وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا — انگریز عادل چچا کو کھینچتا ہوا چٹان کے غار سے باہر نکل گیا — آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی — بجلی چمکتی تو ساحل کی ریت اور سمندر کا پانی چمکنے لگتا — انگریز کمبخت اس جزیرے کے سارے راستوں سے واقف تھا — وہ تیزی سے عادل چچا کو گھسیٹتا ہوا ایک چٹان کے پیچھے چلا گیا —

عنبر لپک کر وہاں گیا — چٹان کے پیچھے کچھ بھی نہیں تھا۔ خدا جانے وہ کس کھوہ میں گم ہو گیا تھا — اندھیرے میں وہاں جگہ جگہ چٹانوں میں غار سے نظر آرہے تھے — عنبر نے دو ایک غاروں میں جھانک کر دیکھا — اندر کوئی نہیں تھا — عنبر پریشان ہو کر چٹانوں سے باہر نکل آیا — اس کا خیال تھا کہ مکار انگریز آخر باہر نکلے گا، لیکن ایسا نہ ہوا — ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگئی —

عنبر سمندر کے کنارے ساحل کی ریت پر کھڑا چٹانوں کی طرف گھور گھور کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک اُسے ایک بار پھر اپنے پُرانے دوست اور بھائی ناگ کی بُو محسوس ہوئی —

پیارے ساتھیو، آپ ناگ کو تو جانتے ہیں نا ؟ وہی ناگ جو عنبر کے ساتھ کتنی دیر رہا تھا اور جو اصل میں ایک سانپ تھا۔ مگر پانچ سو برس زندہ رہنے کے بعد اس میں اتنی طاقت آ گئی تھی کہ انسان بن گیا تھا اور اب جو شکل چاہے اختیار کر سکتا تھا — عنبر نے لمبے لمبے سانس لے کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ناگ کہاں ہو سکتا ہے ؟

بجلی چمکی تو عنبر نے دیکھا کہ ساحل دور تک ویران تھا۔ عنبر اب ناگ کے سانپ کی تلاش میں تھا — کیونکہ ناگ سانپ کی شکل میں ہی عنبر سے جدا ہو کر زمین کے اندر چلا گیا تھا —

عنبر کو اب بُو بڑی تیز محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بڑا خوش ہوا — اُسے یقین ہو گیا کہ ناگ واپس اُس کے ساتھ مل کر واپسی کا سفر طے کرنے کے لیے آ رہا ہے، بلکہ آ چکا ہے —

اُس نے آہستہ سے ناگ کو آواز دی :

" ناگ بھائی، تم آ گئے ہو ؟ "

کوئی جواب نہ آیا — صرف سمندر کی لہروں کا ہلکا ہلکا شور تھا، جو ساحلی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں — بوندا باندی اسی طرح ہو رہی تھی —

ناگ کی بُو اس کے سامنے تھوڑے فاصلے پر کھڑی چٹان کی طرف سے آ رہی تھی — عنبر اُس چٹان کی طرف چلنے لگا — جوں جوں وہ چٹان کے قریب جا رہا تھا، بو تیز ہوتی جا رہی تھی۔

عنبر چٹان کے قریب آ کر رُک گیا — یہاں بُو تیز تھی۔ اس نے آہستہ سے آواز دی —

" ناگ بھائی، تم آ گئے ؟ کہاں ہو تم ؟ "

اس کے ساتھ ہی ایک زبردست پھنکار کی آواز سُنائی دی۔ عنبر نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سمندر کی طرف دیکھا — کیونکہ آواز سمندر کی جانب سے آئی تھی — بجلی چمکی تو اس نے ایک سرخ خوب صورت لمبے سانپ کو دیکھا جس کے جسم پر سفید اور سبز نشان بنے ہوئے تھے — وہ اپنا سُرخ پھن اٹھائے سمندر کی لہروں پر تیرتا عنبر کی طرف آ رہا تھا — عنبر خاموش اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اور سانپ کو اپنی طرف آتے دیکھتا رہا —

سانپ ساحل پر آ کر ریت پر بڑے شاہانہ انداز میں بل کھاتا پھن اٹھائے عنبر کے قریب آ کر رک گیا — عنبر سانپ کی طرف دیکھ کر مسکرایا — سانپ نے ایک پھنکار ماری اور وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جون بدل کر انسان کے روپ میں سامنے آگیا۔
عنبر کے سامنے اُس کا پُرانا ساتھی اور جگری دوست ناگ
اُس کی طرف باہیں پھیلائے کھڑا تھا۔
"میرے پیارے دوست ناگ۔"
"عنبر بھائی۔"
دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ ناگ کی آنکھوں میں
خوشی کے آنسو آگئے۔
"خدا کا شکر ہے کہ آج مدت بعد ہم دوبارہ ایک دوسرے
سے آن ملے۔ میں تمہارے بغیر اداس ہو گیا تھا۔ اور سمندر کی
کے نیچے چلا گیا تھا، جہاں ایک ڈوبا ہوا شہر تھا۔ میں اس شہر
کے کھنڈروں میں رہنے لگا تھا کہ ایک رات ناگ دیوتا نے آکر
مجھے بتایا کہ عنبر نے واپسی کا سفر شروع کر دیا ہے اور وہ تمہارے
بغیر اکیلا ہے، اداس ہے۔ پس میں نے اسی وقت تم سے ملنے
کا فیصلہ کر لیا۔"
عنبر نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا:
"ناگ بھائی، میں کس قدر خوش قسمت ہوں کہ مجھے تم
دوبارہ مل گئے۔ میرے سامنے پانچ ہزار سال کا طویل سفر تھا۔
سوچتا تھا، اکیلا یہ سفر کیسے کٹے گا۔ خدا نے مجھ پر رحم کیا۔
میری خواہش قبول کر لی اور تمہیں مجھ سے ملا دیا۔ اب اسی طرح

ہماری بہن ماریا بھی مل جائے تو ہمارا ساتھ مکمل ہو جائے۔"
ناگ نے کہا:
"میرا خیال ہے دو بھائیوں کی محبت بہن ماریا کو ضرور ہم
تک کھینچ لائے گی۔"
"انشاء اللہ۔"
ناگ نے پوچھا:
"عنبر بھائی، اب تم اپنی کہانی سناؤ کہ اس جزیرے پر
کیسے پہنچ گئے؟"
عنبر نے شروع سے لے کر آخر تک ناگ کو ساری کہانی
سنا دی۔ ناگ نے عنبر کی داستان کا ایک ایک لفظ بڑے غور
سے سُنا۔ پھر بولا:
"تو کیا وہ انگریز عادل چچا کوے کر سامنے والی
چٹانوں میں کہیں جا چھپا ہے؟"
"ہاں، ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی سرنگ میں چلا گیا ہے۔"
ناگ نے ہنس کر کہا:
"عنبر بھائی، میں آگیا ہوں۔ اب تمہیں فکر کرنے کی
ضرورت نہیں۔ مکار انگریز زمین کی ساتویں تہہ میں بھی ہو گا
تو میں اسے نکال لاؤں گا۔"
عنبر بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں اسے ایک منٹ میں ختم کر دیتا، مگر کیا کریں، اس کم بخت نے بوڑھے چچا عادل کو یرغمال بنا لیا تھا — اس کی جان کا خطرہ تھا۔"

"میں ابھی ان کا سراغ لگاتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا — اور چمکتی آسمانی بجلی اور بوندا باندی میں سمندر کنارے کی اس چٹان کے پاس آ گیا، جہاں اس کے خیال میں مکار انگریز عادل چچا کو یرغمال بنا کر غائب ہوا تھا — عنبر نے اس چٹان کی کھوہ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہاں وہ بدخصلت بدمعاش غائب ہوا تھا۔"

ناگ نے غار کے اندر جھانک کر دیکھا — اور عنبر سے کہا:

"تم اسی جگہ رک کر میرا انتظار کرنا۔"

یہ کہہ کر ناگ نے ہلکی سی پھنکار کی آواز حلق سے نکالی۔ اور دوسرے لمحے وہ سانپ بن چکا تھا — وہی سرخ سانپ جس کے سارے جسم پر سبز اور سفید دھبے تھے — ناگ چٹان کے پتھروں پر رینگتے ہوئے سرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔

اب ہم آپ کو ذرا کالے انگریز کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ کہاں چلا گیا تھا —

انگریز کے ہاتھ میں جب ہار آ گیا تو اس نے ریوالور کی

نوک پر عادل چچا کو یرغمال بنایا اور ان چٹانوں کے پاس آ کر ٹھہر گیا — وہ جانتا تھا کہ ایک چٹان کے اندر ایک سرنگ بنی ہوئی ہے جو اندر ہی اندر سمندر کے کنارے وہاں جا نکلتی ہے جہاں آدم خوروں کی کشتیاں بندھی رہتی ہیں —

وہ بوڑھے کو لے کر غار میں گھس گیا — اس کے اندر سرنگ تھی، جس میں ایڑیوں تک سمندر کا پانی گدلا ہو رہا تھا — وہ بوڑھے کو لے کر آگے بڑھا —

بوڑھا آخر مغل تھا — اس کی رگوں میں ہلاکو خان کے قبیلے کا خون گردش کرتا تھا — جوش میں آ کر اس نے کالے انگریز کو وہیں دبوچ لیا اور جھٹکے سے ہار چھین کر پیچھے جا گرا — انگریز بوڑھے سے زیادہ طاقتور تھا — اس نے اچھل کر بوڑھے کو گردن سے پکڑا اور پانی میں گرا لیا — دونوں گتھم گتھا ہو گئے — انگریز نے بوڑھے کو پانی میں گھسیٹ کر اس کا سر ڈبو دیا اور اس وقت چھوڑا جب عادل چچا کی روح پرواز کر گئی —

انگریز نے بوڑھے کے مردہ ہاتھوں سے مغلیہ ہار نوچ کر جیب میں رکھا اور سرنگ میں آگے بھاگنا شروع کر دیا۔ آگے جا کر سمندر کا جمع شدہ پانی ختم ہو گیا — یہ مکار انگریز اس سرنگ سے اچھی طرح واقف تھا — آگے جا کر یہ سرنگ ایک چوکور بہت بڑی چٹان کے پاس نکل آتی تھی — جس کے سامنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک سانپ پھن اٹھائے کھڑا جھوم رہا ہے — اور اپنی لال لال آنکھوں سے پھنکاریں مار رہا ہے —

انگریز کا جسم خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا — چپوؤں پر ہاتھ کمزور پڑ گئے۔ کشتی سمندر میں رک گئی — ایک سیکنڈ کے لیے سانپ اور انگریز ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورتے رہے — پھر مکار انگریز نے آہستہ آہستہ ہاتھ دیوالور کی طرف بڑھایا مگر ناگ بے خبر نہیں تھا — ابھی اس کا ہاتھ دیوالور تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ سانپ بجلی کی طرح کوندا اور لپک کر انگریز کی گردن پر ڈس دیا —

انگریز کے سارے جسم میں ایک گرم رو دوڑ گئی — پھر اُسے یوں لگا جیسے اس کا سارا جسم پتھر بنتا جا رہا ہے۔ اس کے ہاتھ، پیر اور بازو، کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا تھا۔ اس کے ناک کان اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ ناگ کے زہر سے بھلا کوئی بچ سکتا تھا — ناگ عام طور پر اپنے شکار کے جسم میں اپنے زہر کا چوتھا حصہ داخل کیا کرتا تھا — مگر اس قاتل انگریز کے جسم میں اس نے اپنا سارا زہر داخل کر دیا تھا۔

انگریز بیٹھے بیٹھے چپو تھامے ہوئے مر گیا — پھر وہ اوندھے منہ کشتی میں گر گیا — اس کا سارا جسم پگھلنے لگا — جسم کے

میں آدمخوروں کی کشتیاں بندھی رہتی تھیں — وہ سرنگ میں بھاگا جا رہا تھا — دور اُسے پرکر چٹان کی طرف روشنی سی دکھائی دی۔ یہ بجلی کی چمک تھی — اور سرنگ کا دوسرا منہ تھا — انگریز سرنگ سے باہر آ گیا۔

اس کے سامنے کشتیاں ساحل پر کھڑی تھیں اور سمندر کی لہریں ان سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں — وہ لپک کر ایک کشتی میں بیٹھ گیا — اس نے رسی کھولی اور کشتی کو لے کر سمندر کی طرف بڑھا — اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ ایک سرخ سانپ سرنگ میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا — یہ ناگ تھا — ناگ نے سرنگ کے پانی میں عادل چچا کی لاش پڑی دیکھی — وہ سمجھ گیا کہ مکار انگریز نے اسے ہلاک کر دیا ہے — ناگ تیزی سے آگے بڑھا اور سرنگ سے باہر نکل آیا —

اس نے انگریز کو دیکھا کہ وہ کشتی میں بیٹھا اس کے چپو تیز تیز چلا کر کھلے سمندر میں جا رہا ہے — انگریز بڑا خوش تھا — اس نے بڑا قیمتی مال قبضے میں کر لیا تھا جسے وہ انگلستان لے جا کر لاکھوں پاؤنڈز میں فروخت کر سکتا تھا —

وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے ایک سرسراہٹ سی سُنی — سوچا، شاید سمندر کی لہروں کی آواز ہے — پھر ایک پھنکار سُنائی دی — انگریز نے پلٹ کر دیکھا تو پیچھے گردن کے پاس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اب ہمیں یہاں سے رنگون کی طرف کوچ کرنا چاہیے۔ میرا خیال ہے، رنگون یہاں سے کشتی کے سفر پر تین یا دو مہینے کا سفر ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ سفر ہمیں آج ہی کشتی لے کر شروع کر دینا چاہیے۔ یہاں ٹھہرنا اب بے کار ہے۔"

ناگ کہنے لگا:

"اگر ہمیں رنگون کی طرف جاتا کوئی سمندری جہاز مل جائے تو اس طرح سے ہم بہت جلد رنگون پہنچ جائیں گے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے، مگر اس جزیرے کی طرف کوئی جہاز نہیں آتا۔ یہ جزیرہ سمندر میں جہازوں کے راستے سے بہت ہٹ کر واقع ہے۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"کیا یہ بہتر نہیں عنبر بھائی کہ میں اڑ کر جاؤں اور سمندر کا ایک چکر لگا کر دیکھوں کہ کوئی جہاز جا رہا ہے یا نہیں، پھر ہم کشتی میں بیٹھ کر بجائے سمندر میں بھٹکنے کے سیدھا اسی کی طرف جائیں گے۔"

"اچھا خیال ہے۔ تم ابھی جا کر کسی ایسے جہاز کو تلاش کرو۔ میں اس جزیرے کی چٹانوں میں رہ کر تمہارا انتظار کروں گا۔"

ذرے ذرے سے خون رسنا شروع ہو گیا۔ پھر وہ گاڑھے خون کا لوتھڑا بن کر رہ گیا اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

ناگ نے سانپ سے انسان کی شکل اختیار کر لی۔ انگریز کی پگھلی ہوئی لاش کے قریب سے مغلیہ مار اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔ ایسا چمکدار ہیرے والا مار اس نے بھی اپنی ہزاروں سالہ زندگی میں کم دیکھا تھا۔ ناگ نے انگریز کی لاش کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی کھے کر کنارے پر لے آیا۔

عنبر چٹانوں کے پاس اس کا انتظار کر رہا تھا۔ ناگ نے مغلیہ مار عنبر کو دے کر کہا:

"عنبر بھائی، عادل چچا کو انگریز نے ہلاک کر دیا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ یہ لو تمہاری امانت۔"

دونوں سرنگ میں گئے۔ عادل چچا کی لاش نکال کر اسے سمندر کے کنارے ریت کھود کر دفن کیا۔ عنبر کو اس کی موت کا بے حد دکھ ہوا۔ عادل چچا کی قبر پر عنبر نے بلند آواز سے عہد کیا:

"عادل چچا، میں تمہاری روح کے سامنے قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ تمہاری یہ امانت جلاوطن مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر تک پہنچا کر دم لوں گا۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دن ابھی پوری طرح نہیں نکلا تھا — پَو پھٹ رہی تھی — آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے — اسی طرح سے بوندا باندی ہو رہی تھی — بادلوں کے پیچھے سے دن کی روشنی چھن چھن کر جزیرے کے ساحل اور سمندر تک آ رہی تھی — ناگ نے پھنکار ماری اور جنگلی کبوتر بن گیا — اس نے غٹر غوں غٹر غوں کر کے عنبر کی طرف دیکھا — اور پھر سمندر کے اوپر مغرب کی طرف اڑنا شروع کر دیا —

اس کے جانے کے بعد بارش تیز ہو گئی — عنبر چٹانوں کی طرف آ گیا — یہاں ایک کھوہ میں بیٹھ کر وہ ناگ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

جہاں وہ بیٹھا تھا، وہاں سے اُسے سمندر کا کنارہ دُور تک نظر آ رہا تھا — بارش کی وجہ سے سمندر پر دُھند چھا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد بارش رُک گئی — آسمان پر سیاہ بادل اُسی طرح بھٹکتے پھر رہے تھے — سمندر کا کنارا دُور تک ویران تھا۔ جزیرے کی جانب بھی گہری خاموشی تھی — عنبر سوچنے لگا کہ آدم خور اس جزیرے کے کہاں ہیں — ابھی تک اس نے اس جزیرے کا ایک بھی آدمخور نہ دیکھا تھا —

ایک منٹ بعد عنبر کی خواہش، پوری ہو گئی۔ اس نے ایک چھوٹی کشتی کو دیکھا — کہ دُور سمندری چٹانوں سے نکل کر آئی اور

سمندر کے کنارے کنارے عنبر کی طرف بڑھنے لگی۔ عنبر چٹان کی کھوہ میں چھپ کر بیٹھا تھا — کشتی میں چار پانچ آدمخور وحشی سوار تھے۔ جنہوں نے اپنے سانولے ننگے جسموں پر نیلے اور سرخ رنگ کی دھاریاں ڈال رکھی تھیں — کمر کے گرد چھوٹا سا کپڑا لپیٹا تھا — اور گھنے بالوں میں جنگلی طوطوں کے پَر لگے تھے —

ان کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں تھیں — وہ کشتی سے اچھلتے ہوئے کنارے پر آ گئے — عنبر چونک پڑا، کیونکہ ان آدم خور وحشیوں نے ایک گوری چٹی سنہری بالوں والی ایک میم کو پکڑ رکھا تھا اور اُسے ریت پر گھسیٹتے ہوئے جنگل کی طرف لے جا رہے تھے — عنبر کو اچانک خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ انگریز عورت بھی اسی جہاز میں سفر کر رہی ہو جس میں وہ سفر کر رہا تھا اور پھر جہاز کے ڈوبنے پر یہ کسی تختے پر بیٹھ کر اس جزیرے کی طرف آنے میں کامیاب ہو گئی ہو — اور اب ان آدم خوروں کے قبضے میں آ گئی —

"اس بدنصیب مظلوم عورت کو وحشی آدمخوروں سے بچانا چاہیے — نہیں تو یہ اسے آگ میں زندہ جلا کر کھا جائیں گے"

عنبر کے دل میں جیسے اپنے آپ یہ خیال آیا اور وہ چٹان کی کھوہ سے نکل کر باہر آ گیا — اب جو اس نے دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا — آدمخور جیسے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انگریز عورت کو اٹھا کر جنگل میں لے جا کر گم ہو گئے تھے۔ عنبر جاگ کر جنگل میں داخل ہو گیا — یہ جنگل آدمخوروں کا گھر تھا۔ وہ اس کے تمام راستوں سے واقف تھے — یہاں ان کے لیے گم ہونا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جنگل تک آدم خوروں کے قدموں کے اور انگریز عورت کے گھٹنوں کے نشان ریت پر صاف دکھائی دے رہے تھے۔ جنگل میں یہ نشان ختم ہو گئے تھے — کیونکہ جنگل میں جنگلی گھاس اور خاردار جھاڑیاں تھیں۔

کوئی آواز بھی نہیں آ رہی تھی — عنبر اندازے سے ایک طرف چل پڑا — جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا، جنگل زیادہ گھنا ہوتا جا رہا تھا — رات بھر کی بارش کی وجہ سے جنگل کی زمین دلدل بنی ہوئی تھی — مگر اس دلدل پر گھاس ہی گھاس تھا جس کی وجہ سے کسی جگہ قدموں کا ایک بھی نشان نہیں تھا۔ پھر بھی عنبر آگے بڑھتا چلا گیا — درختوں کی شاخیں اور ان سے لپٹی بیلیں عنبر کے راستے میں آ رہی تھیں۔ کئی جگہوں پر اس نے سبز اور سرخ رنگ کے سانپ درخت کی شاخوں سے لٹکتے دیکھے — عنبر ان کے قریب سے ہو کر گزرتا گیا — آدمخوروں کی کوئی آواز کسی طرف سے نہیں آ رہی تھی —

اب جنگل اتنا گھنا آ گیا کہ عنبر کو جھک کر ٹہنیوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے ہو کر آگے نکلنا پڑتا تھا — اگر عنبر میں

غیر انسانی طاقت نہ ہوتی تو وہ تھک ہار کر بیٹھ جاتا، کیونکہ آگے راستہ بہت ہی دشوار گزار تھا — عنبر جھک کر چلتا چلا گیا۔ یہاں درختوں کا گھن اتنا گہرا تھا کہ دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آخر گنجان درخت بھی ختم ہو گئے — عنبر نے پہلی بار آدمخوروں کے ڈھول تاشوں اور ان کے ناچنے گانے کی آواز سنی۔ یہ آوازیں ایسی تھیں جیسے کوئی کسی کی موت پر بین کر رہا ہو —

ان آوازوں میں اس عورت کی آواز نہیں تھی — عنبر کو شبہ ہوا کہ کہیں آدمخور اسے چٹ تو نہیں کر گئے؟ لیکن اتنی جلدی وہ اُسے نہیں کھا سکتے تھے — عنبر نے درختوں میں سے سامنے ایک چھوٹا سا کھلا میدان دیکھا — اس تکونی جگہ میں دو طرف جھونپڑیاں تھیں اور ایک طرف درخت کے ساتھ انہوں نے انگریز لڑکی کو باندھ رکھا تھا — بے چاری کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل سکتی تھی —

آدم خور اس کے ارد گرد لکڑیاں چن رہے تھے تاکہ اُسے بھون کر کھا جائیں۔ انگریز لڑکی کا برا حال ہو رہا تھا — عنبر نے دور سے دیکھا کہ وہ بے بسی کے ساتھ اپنا سر دائیں بائیں مار رہی تھی۔ اس کے ہاتھ درخت کے پیچھے بندھے تھے — ٹانگوں کے گرد بھی رسی لپٹی تھی — سامنے ذرا فاصلے پر آدمخور ڈانس کر رہے تھے۔ تین چار آدم خور ڈھول بجا رہے تھے — ان کا سردار ایک تخت پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔

آدمخور ڈانس کرتے کرتے لکڑیوں کے پاس جاتے اور ان پر کوئی شے چھڑک دیتے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ اگر اس نے دیر کردی تو یہ آدمخور لکڑیوں کو آگ لگا دیں گے اور ایک بار لکڑیوں کو آگ لگ گئی تو ہو سکتا ہے کہ آگ ایک دم سے بھڑک اٹھے، پھر انگریز لڑکی کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ کرنا ہے فوراً اس پر عمل کر دیا جائے۔

عنبر نے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر زور سے ایک چیخ ماری۔ جنگل میں ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ آدمخور ڈانس کرتے کرتے وہیں تھم سے گئے۔ سردار کلہاڑا پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

عنبر درختوں سے نکل کر سردار کی طرف آیا۔ سردار نے جب ایک عام انسان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو غصے سے کانپنے لگا۔ اس نے گرج کر کہا:

"اسے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔"

سردار کا حکم پا کر آدم خور وحشی نیزے لہراتے عنبر کی طرف بڑھے۔ درخت کے ساتھ بندھی ہوئی انگریز لڑکی نے بھی تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا کہ یہ کون دیوانہ ہے کہ اپنے آپ کو آدمخوروں کی خوراک بنانے وہاں آ گیا ہے۔ عنبر نے جیب سے ریوالور نکال کر ہوا میں فائر کیا۔ گولی کے دھماکے سے آدمخور ڈر کر کھڑے کے

کھڑے رہ گئے۔ سردار نے تاک کر نیزہ عنبر کی طرف پھینکا۔ سردار زبردست نشانچی تھا۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ نیزہ سیدھا عنبر کی چھاتی پر آ کر لگا۔

لیکن یہ کیا ہوا؟ نیزہ عنبر کے سینے سے ٹکرا کر دور جا گرا۔ عنبر نے آدمخوروں کی زبان میں بلند آواز سے کہا:

"اگر کوئی آگے بڑھا تو میں اسے ہلاک کر دوں گا۔"

یہ تو آپ موت کے تعاقب میں یعنی اس سے پہلے کی قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ عنبر دنیا کی ہر زبان بول اور سمجھ سکتا تھا۔

سردار نے جب دیکھا کہ وہ ان کی اپنی زبان میں بات کر رہا ہے تو وہ تخت پر سے اتر کر عنبر کے سامنے آ کر بولا:

"تم کون ہو؟ تمہیں ہماری زبان کیسے آ گئی؟"

عنبر نے کہا:

"میں ساری زبانیں جانتا ہوں۔ میں تمہیں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ اس لڑکی کو میرے حوالے کر دو۔"

سردار کو ایک عرصے کے بعد سفید لڑکی کا گوشت کھانے کو ملا تھا۔ وہ بھلا اُسے عنبر کے حوالے کیسے کر سکتا تھا؟ اس نے ایک چال چلنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہ عنبر کے ہاتھ میں ریوالور سے خوفزدہ تھا۔ اُس نے مسکرا کر کہا:

"تم ہمارے دوست ہو۔ ہماری زبان جو بولتا ہے، وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہمارا دوست ہوتا ہے — ہم اس لڑکی کو تمہارے حوالے کیے دیتے ہیں — آؤ میرے ساتھ تخت پر بیٹھو۔"

آدمخور وحشی حیران ہوتے کہ ان کا سردار کیا کر رہا ہے۔ عنبر سردار کے دھوکے میں آ گیا — وہ سردار کے ہمراہ تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔

سردار نے عنبر سے کہا:

"یہ کیا چیز ہے، جس میں دھماکا ہوتا ہے؟"

عنبر نے ریوالور سردار کی طرف بڑھا کر کہا:

"اس میں صرف دھماکا ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک گولی بھی نکلتی ہے جو آدمی کے جسم میں گھس کر اُسے مار ڈالتی ہے۔"

پھر اس نے بات پلٹ کر کہا:

"اس لڑکی کو آزاد کر دو۔"

سردار نے کہا:

"یہ شے مجھے دے دو۔ میں لڑکی کو آزاد کر دیتا ہوں۔"

عنبر نے سوچا کہ یہ جنگلی آدمی ہے — ریوالور چلانا کہاں جانتا ہوگا اور پھر میں اس سے دوبارا چھین بھی سکتا ہوں۔ چلو اب کام نکالتے ہیں — بے چاری لڑکی کو تو آزاد ہو لینے دو۔

عنبر نے ریوالور سردار کے حوالے کر دیا —

"لو یہ تم لے لو — اب لڑکی کو چھوڑنے کا حکم دو۔"

سردار ریوالور ہاتھ میں لیتے ہی اچھل کر پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا — پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا — وہ عنبر پر ٹوٹ پڑے — انہوں نے عنبر کو زمین پر گرا لیا۔ اور نیزوں اور کلہاڑیوں سے اس پر یوں حملہ کر دیا جیسے اس کا قیمہ کوٹ رہے ہوں —

یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر دیکھ کر، لڑکی کی چیخ نکل گئی —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خونی ڈاکو آ گئے

سردار بڑے غرور سے تخت پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔
سارے آدمخور عنبر کا قیمہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔
سردار نے بلند آواز سے کہا:
"ہم اس لڑکے کا قیمہ کھائیں گے۔"
اور وہ قہقہہ مار کر وحشی طریقے سے ہنس دیا، لیکن اُدھر عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ ایک ایک کر کے آدمخور وحشی پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ ان کے رنگ فق تھے۔ آنکھیں دہشت سے پھٹی پھٹی تھیں۔ ان کے سارے نیزے اور کلہاڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ مگر زمین پر پڑے ہوئے عنبر کے جسم پر ہلکی سی خراش تک نہیں آئی تھی۔ وحشی ڈر گئے تھے کہ یہ کیسا انسان ہے کہ انہوں نے اپنی پوری طاقت سے اس پر کلہاڑیاں برسائیں، لیکن وہ پھر بھی زندہ سلامت ہے۔ بلکہ الٹا ان کی کلہاڑیاں ٹوٹ گئی ہیں۔

اس سنسنی خیز تبدیلی کو سردار نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ وہ

تخت پر کھڑا اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹتا اور پھر عنبر کو کپڑے جھاڑ کر اٹھتا دیکھ رہا تھا۔ حیرانی سے اس کا منہ بھی کھلا تھا۔ عنبر کو ان لوگوں پر سخت طیش تھا۔ وہ تو عنبر کو ہلاک کر چکے تھے۔ یہ تو اُس کی اپنی طاقت تھی کہ مر نہ سکا۔ اس کی نظر میں وہ سب قاتل تھے۔ سردار نے بھی اس کے ساتھ غداری کی تھی اور دھوکے سے اس کا ریوالور ہتھیا لیا تھا۔ اسے زمین پر سے صحیح و سالم اٹھتے دیکھ کر وحشی ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔

عنبر نے لپک کر ایک وحشی کو گردن سے پکڑ کر اپنی طاقت کھینچا اور پھر اُسے ہوا میں اچھال دیا۔ وحشی اڑتا ہوا اوپر درخت کی سب سے بلند ٹہنی تک گیا۔ اس کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اور اسی طرح زمین پر آ کر اتنی زور سے گرا کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

عنبر نے سردار کی طرف دیکھ کر کہا:
"اب تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔"
پھر وہ اس درخت کی طرف گیا۔ جس کے ساتھ بندھی ہوئی انگریز لڑکی عنبر کی طرف منہ کھولے حیرانی سے تک رہی تھی۔ عنبر نے اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول دیں اور انگریزی زبان میں کہا:
"خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ان آدم خوروں سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بچالیا۔"

لڑکی کے ہونٹ کانپ رہے تھے — آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے — اس نے خوشی اور حیرت سے کانپتی آواز میں کہا:

"تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ ساتھ رہنا — تمہارے سوال کا جواب میں بعد میں دوں گا۔"

سردار عنبر کی طاقت سے ڈر گیا تھا — اب عنبر نے چالاکی سے کام لیا — وہ سردار کے پاس جاکر اونچی آواز میں بولا:

"میں سمندر کے دیوتا کا بیٹا ہوں — میں تم لوگوں کو امتحان لینے آیا تھا — میں اپنے باپ سے جاکر تمہاری شکایت کروں گا کہ تم انسانوں کو مار کر کھا جاتے ہو — میرا دیوتا باپ طوفان بن کر تمہارے جزیرے کو سمندر میں ڈبو دے گا۔"

سردار تو کانپ گیا — ایک دم سے دونوں ہاتھ اٹھا کر سجدے میں گر گیا —

"ہمیں معاف کر دو سمندر دیوتا کے بیٹے، ہم سے بھول ہو گئی — ہمیں معاف کر دو — ہمیں سمندر دیوتا کے غضب سے بچالو۔"

سردار کو دیکھ کر باقی سارے وحشی بھی سجدے میں گر گئے —

انگریز لڑکی تو کبھی تعجب سے عنبر کا منہ تکتی اور کبھی وحشی سردار کو سجدے میں گرا ہوا دیکھتی — کچھ کچھ اُسے بھی یقین ہونے لگا تھا — کہ یہ نوجوان ضرور کوئی دیوتا ہے کیونکہ اس کے اندر ایسی طاقت تھی جو کسی عام آدمی میں اس نے کبھی نہ دیکھی تھی — اگر کوئی دیوتا نہیں تو پھر کوئی زبردست جادوگر ہے — عنبر نے انگریز لڑکی کی طرف مسکرا کر دیکھا اور جلدی سے سردار کے تخت پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا — اس نے چیمبر کھول کر دیکھا — اس میں ابھی سات گولیاں باقی تھیں —

اُس نے سردار کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور کہا:

"میں سمندر دیوتا سے تمہارے لیے رحم کی درخواست کروں گا۔"

اور پھر اُس نے پاؤں اٹھا لیا — سردار زمین پر پاؤں رگڑتا ہوا اٹھا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے حضور؟"

عنبر نے کہا:

"فوراً ہمیں تخت پر بٹھا کر سمندر کے کنارے چوکور چٹان کے پاس لے کر چلو۔"

سردار نے تالی بجائی — وحشی ایک دم سے تخت اٹھا کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لے آئے۔ عنبر نے انگریز لڑکی کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ وحشی آدمخوروں نے تخت کندھوں پر اٹھا لیا اور لے کر سمندر کی طرف چلے۔ وہ تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے۔ بہت جلد انہوں نے سمندر کے پاس جا کر چٹان کے سائے میں تخت رکھ دیا۔ عنبر نے سردار سے کہا:

"ہمارے لیے کھانے پینے کا سامان لایا جائے۔"

سردار نے تالی بجائی۔ آدمخور چوہوں کی طرح جنگل میں گھس گئے۔ جب واپس آئے تو کسی نے ناریل، کسی نے کیلوں کا گچھا اور کسی نے تربوز اٹھا رکھا تھا۔ دیکھتے دیکھتے عنبر اور انگریز لڑکی کے سامنے تخت پر پھلوں کا دسترخوان لگ گیا۔ ناریل کے سفید پیالوں میں میٹھا پانی لبالب بھرا ہوا تھا۔ انگریز لڑکی کو سخت بھوک اور پیاس لگی تھی۔ عنبر نے اُسے کہا کہ وہ جی بھر کر کھائے۔ اُس نے پیٹ بھر کر کھایا۔ عنبر نے بھی یوں ہی دکھانے کو دو ایک کیلے کھائے۔ اور ناریل کا پانی پیا۔ جب کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ عنبر کو نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔

اتنی دیر سردار کے ساتھ باقی سارے آدم خور وحشی سر جھکائے ایک طرف کھڑے رہے۔

عنبر نے سردار سے کہا:

"ہم کل صبح اس جزیرے سے چلے جائیں گے۔ ہمارے لیے ایک بڑی کشتی کا بندوبست کر رکھا جائے۔ اب تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

سردار نے سر جھکا کر سلام کیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر الٹے پاؤں جنگل میں داخل ہو گیا۔ جب سارے آدم خور جا چکے تو انگریز لڑکی نے عنبر کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے اور تم کون ہو؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"تم نے ایک ہی وقت میں مجھ سے دو سوال پوچھے ہیں۔ تمہارے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میرا نام عنبر ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔"

انگریز لڑکی بولی:

"ایک انسان کے سر پر کلہاڑی ماری جائے تو وہ مر جاتا ہے۔ اس کا سر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ مگر تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ تم کلہاڑوں اور نیزوں کی بارش میں بھی زندہ رہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"اس کی وجہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی اور میں سمجھتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوں کہ تمہیں زیادہ سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے — میں نے اسی چٹان میں بیٹھے تمہیں آدمخوروں کے چنگل میں دیکھا تھا۔ تمہاری جان بچانے تمہارے پیچھے گیا اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔"

لڑکی نے پوچھا :

"تم اس جزیرے میں کیسے آ گئے؟"

عنبر نے اپنے جہاز کی کلکتے سے روانگی اور پھر طوفان میں ڈوب جانے کی کہانی سنائی تو لڑکی نے اپنے سنہری بالوں کو پیچھے جھٹک کر کہا :

"میں بھی اسی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔"

"اکیلی؟"

"ہاں اکیلی — میرے ماں باپ لندن میں ہیں۔ میں انڈیا اپنے انکل کے پاس آئی ہوئی تھی اور چار ماہ رہ کر واپس اپنے وطن جا رہی تھی۔"

پھر ٹھنڈا سانس بھر کر بولی :

"اگر تم نہ ملتے تو میں اس دنیا میں زندہ نہ ہوتی۔"

عنبر دور سمندر کی طرف دیکھ رہا تھا — اُسے ناگ کا انتظار تھا — لڑکی نے پوچھا :

"تم نے اچھا کیا جو آدم خوروں کو کشتی تیار کرنے کو کہہ دیا۔

اب ہم کل اس کشتی میں سوار ہو کر اس بھیانک آدمخور جزیرے سے نکل چلیں گے۔"

"ہاں ضرور —"

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے لڑکی سے کہا — وہ بڑی حیران تھی کہ یہ نوجوان آسمان کی طرف کیا دیکھ رہا ہے۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا —

عنبر اُسے کیا بتاتا کہ وہ اپنے ساتھی ناگ کا انتظار کر رہا ہے جو کبوتر کی شکل میں اڑتا ہوا ابھی آئے گا۔ اس نے لڑکی سے کہا :

"تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں؟"

لڑکی بولی :

"میرا نام سلومی ہے — لیکن تم آسمان کی طرف کیا دیکھ رہے ہو؟"

عنبر نے سلومی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا :

"میں بادلوں کو دیکھ رہا ہوں کہ کل تک یہ چھٹ جائیں گے کہ نہیں — کیونکہ ہمیں خراب موسم میں سمندر کا سفر نہیں کرنا چاہیے۔"

سلومی نے پھر کوئی سوال نہ کیا — عنبر نے اسے بتایا کہ وہ رات اسی چٹان کے اندر بسر کریں گے اور کل صبح صبح اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں اکیلی نہیں ہے۔ عنبر ابھی تک آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ ناگ کا دُور دُور تک کوئی نشان نظر نہیں آرہا تھا۔ اب اسے ناگ کی فکر لگی کہ کہیں وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔

چلیے ذرا ناگ کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

ناگ جس وقت کبوتر بن کر عنبر سے جدا ہوا تو اُس نے سمندر کے اوپر مغرب کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ابھی تک ہو رہی تھی۔ سمندر میں بہت آگے جا کر بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ ناگ اڑتا چلا گیا۔ وہ بڑی ہوشیاری سے چاروں طرف سمندر میں دیکھ رہا تھا کہ شاید اسے کوئی بحری جہاز آتا جاتا نظر آجائے۔ مگر سمندر دور دور تک خالی تھا۔ کہیں کوئی جہاز نہیں تھا۔

اسے محسوس ہوا کہ یہ علاقہ سمندری تجارتی راستوں سے کافی ہٹ کر واقع ہے اور ادھر تو کوئی طوفان کا مارا جہاز ہی آتا ہو گا۔ وہ اڑتا چلا گیا۔

جب وہ سمندر میں بہت آگے نکل آیا تو ایکایکی اُس کی نگاہ سمندر میں دُور ایک سیاہ دھبے پر پڑی۔ ناگ اس دھبے کی طرف اڑنے لگا۔ قریب جا کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک بحری جہاز ہے۔ جس کے مٹیالے رنگ کے بادبان ہوا

جزیرے سے کوچ کر جائیں گے۔

"ان آدم خوروں نے کشتی تیار کر رکھی ہو گی۔"

سلوی عنبر کو بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی:

"تم میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی ہے عنبر؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"کہہ تو دیا کہ میرے پاس جادو ہے۔"

سلوی نے کہا:

"پھر تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ کیا تم مجھے میرے ماں باپ کے پاس لندن چھوڑ آؤ گے نا؟"

"ہاں، کوشش کروں گا۔" عنبر بولا۔

سلوی اداس ہو گئی:

"اگر تم نے مجھے راستے میں اکیلی چھوڑ دیا تو میں کیا کروں گی۔ میں تو پھر کبھی اپنے ماں باپ سے نہ مل سکوں گی۔"

عنبر نے سلوی کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"فکر نہ کرو بہن، میں تجھے راستے میں نہیں چھوڑوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس پہنچا کر آؤں گا۔"

"تم کتنے اچھے ہو عنبر بھائی۔"

سلوی بے حد خوش ہو گئی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ دنیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے بھرے ہوئے ہیں — ناگ جہاز کے اوپر پرواز کرنے لگا۔ اب اُس کی نظر جہاز کے جھنڈے پر پڑی — جھنڈے پر انسانی کھوپڑی کا نشان بنا تھا —

ناگ ناامید ہوگیا — کیونکہ یہ نشان بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا ہوتا ہے — اس کا مطلب تھا کہ یہ جہاز بحری ڈاکوؤں کا جہاز تھا — ایک لمحے کے لیے ناگ نے سوچا کہ اگر عنبر اس جہاز پر سوار ہو جائے تو کیا ہرج ہے — اُسے تو کوئی بحری ڈاکو نقصان نہیں پہنچا سکے گا — یہ سوچ کر ناگ جہاز کے مستول پر اُتر گیا۔

اتنی دیر میں کچھ ڈاکوؤں نے ایک کبوتر کو جہاز کے اونچے مستول پر بیٹھتے دیکھ لیا تھا — انھوں نے کپتان کو خبر کی۔ کپتان بڑا حیران ہوا کہ سمندر میں کبوتر کہاں سے آگیا — کیوں کہ کبوتر سمندری علاقوں میں نہیں ہوتے۔ ویسے بھی کھلے سمندر میں کوئی پرندہ دکھائی نہیں دیا کرتا — بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا کپتان لنگڑا تھا اور اس کی ایک ٹانگ لکڑی کی تھی۔ وہ اپنی لکڑی کی ٹانگ ٹیکتا جہاز کے ڈیک پر آگیا اور غور سے مستول پر بیٹھے کبوتر کو دیکھنے لگا —

اُس نے عزّا کر کہا:

"یہ کبوتر کہاں سے آگیا — اس کا مطلب ہے کہ کوئی

مسافر جہاز اس پاس موجود ہے — یہ کبوتر یقیناً اسی جہاز کے کسی مسافر کا ہے جو اُڑ گیا —"

لنگڑے کپتان نے حکم دے دیا کہ توپوں میں گولے بھر دیے جائیں — سارے ڈاکو ہوشیار ہوگئے — جہاز میں کوئی ڈیڑھ سو کے قریب ڈاکو تھے جو سارے کے سارے پُرانے قاتل اور چور تھے — اور قانون سے بچنے کی خاطر بحری ڈاکوؤں کے جہاز میں شامل ہو گئے تھے — ان میں سے ہر ایک ڈاکو نے کم از کم چھ چھ آدمیوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہوئے تھے۔ لنگڑا کپتان بے حد ظالم اور سنگ دل تھا — اس کی کمر میں پُرانی طرز کا پستول بھی تھا اور خنجر بھی لگا تھا — وہ ہاتھ میں ہمیشہ تلوار رکھتا تھا — ذرا کسی سے خفا ہوتا تو پستول داغ کر اسے موت کی نیند سُلا دیتا۔ ڈاکو اس سے بڑے گھبراتے تھے۔ اور سامنے نہیں آتے تھے —

اُس نے حکم دیا کہ کبوتر کو پکڑ لیا جائے۔ ناگ نے کپتان کا حکم نہیں سُنا تھا — وہ بڑے آرام سے مستول پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ واپس جا کر عنبر کو خبر کرے یا اس جہاز میں اتر کر کوئی ایسی چال چلے کہ جہاز کا رخ آدمخور جزیرے کی طرف موڑ دیا جائے۔

اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آرہی تھی۔ آخر اُس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے یہی فیصلہ کیا کہ عنبر کو جہاز تک لانے کی بجائے جہاز کا رخ جزیرے کی طرف موڑنے کی کوشش کی جائے۔

یہ سوچ کر ناگ کبوتر کے روپ میں نیچے جہاز پر اُتر آیا۔ ڈیک پر ڈاکو اسے پکڑنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ جونہی ناگ ڈیک کے تختے پر اترا، بحری ڈاکوؤں نے نعرے لگاتے ہوئے اور شور مچاتے ہوئے باریک جال اس کے اوپر پھینک دیا۔ ناگ پھڑپھڑایا۔ اس نے باہر نکلنے کی لاکھ کوشش کی مگر وہ جال میں بُری طرح پھنس چکا تھا۔

لنگڑے کپتان نے جال میں ہاتھ ڈال کر ناگ کو گردن سے پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ وہ زور زور سے ہنس رہا تھا۔ اور بڑا خوش تھا جیسے اس نے شیر کو پکڑ لیا ہو۔

"ہاہاہا۔ یہ کبوتر میں نے پکڑا ہے۔ یہ میرا ہو گیا ہے۔"

پھر اس نے کبوتر باورچی کے حوالے کرتے ہوئے کہا:

"آج دوپہر مجھے اس کبوتر کا شوربا ملنا چاہیے۔"

باورچی نے کبوتر اچھی طرح سے دبوچ لیا اور بولا:

"جو حکم سردار۔"

اور وہ کبوتر کے پَر باندھ کر اُسے اپنے ساتھ نیچے باورچی خانے میں لے گیا تاکہ دوپہر کے کھانے پر کپتان کو اس کا سوپ مل سکے۔

ناگ کے لیے یہ بڑی نازک گھڑی تھی۔ کیونکہ باورچی نے اُسے ذبح کرنے کے لیے چھری تیز کرنا شروع کر دی تھی۔ ناگ نے اپنی کبوتر کی آنکھ سے جال کا جائزہ لیا۔ اس کے حلقے چھوٹے تھے مگر وہ سانپ بن کر ان میں سے نکل سکتا تھا۔ اُسے بہت جلدی جال سے نکل جانا چاہیے تھا، کیونکہ باورچی چھری تیز کر چکا تھا۔ اور اب کبوتر کو پکڑنے جال کی طرف بڑھنے ہی والا تھا۔

ناگ نے گہرا سانس لیا اور دوسرے لمحے وہ سبز رنگ کا سانپ بن کر جال میں سے رینگ کر نکل گیا اور باورچی خانے میں چاول کی بوریوں کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ باورچی کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ اس نے ناگ کو سانپ بن کر جال میں سے فرار ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ چھری کی دھار دیکھتا ہوا جال کی طرف بڑھا تو کبوتر غائب تھا۔

وہ چونک پڑا:

"ارے کبوتر کون لے گیا؟"

باورچی خانے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ کیا کبوتر اُڑ گیا ہے؟ مگر کیسے اُڑ سکتا تھا۔ وہ تو جال میں تھا۔ باورچی نے جال کو دیکھا، وہ کسی جگہ سے بھی پھٹا ہوا نہیں تھا۔ پھر کبوتر کیسے جال میں سے نکل گیا۔ باورچی نے چاروں طرف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کبوتر کو تلاش کیا — وہاں کوئی کبوتر ہوتا تو اُسے نظر بھی آتا۔ اب وہ خوفزدہ ہو گیا کہ کپتان کو کیا جواب دے گا — وہ تو اُس کی گردن مار دے گا — اس نے ڈرتے ڈرتے دو تین ڈاکوؤں سے بات کی — انہوں نے قہقہہ لگا کر کہا:

"ضرور تم خود کبوتر کا سوپ پی گئے ہو گے۔"

"قسم لے لو، میں نے تو کبوتر کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

"پھر وہ کہاں چلا گیا؟"

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا — میرا خیال ہے، وہ روشندان میں سے نکل کر اڑ گیا ہے — مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے، جال میں سے وہ کیسے نکل گیا۔"

ہوتے ہوتے یہ بات کپتان کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اُسے بڑا غصہ آیا کہ کم بخت باورچی اس کے کبوتر کو خود کھا گیا — اس نے باورچی کو طلب کر لیا — بے چارہ باورچی کانپتا ہوا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور ہاتھ جوڑ کر بولا:

"جناب میرا کوئی قصور نہیں۔"

"تو پھر کبوتر کون لے گیا؟"

"میرا بھی تو یہی سوچ رہا ہوں — میں بے گناہ ہوں سر — میں نے کبوتر کا شوربہ نہیں پیا۔"

تگڑے کپتان نے خود جا کر باورچی خانے کا جائزہ لیا —

اور جال کو بڑے غور سے دیکھا — اس کے سارے پھندے ویسے کے ویسے تھے — تگڑا کپتان بھی چکرا گیا کہ یہ چکر کیا ہے؟ پھر اس نے سر جھٹک کر کہا:

"تم نے بڑی غلطی کی ہے — ایک عرصے کے بعد مجھے کبوتر کا سوپ ملنے والا تھا — اچھا جاؤ، ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔"

یہ سننا تھا کہ باورچی نے جھک کر سلام کیا اور خوشی خوشی باہر نکل گیا — اُدھر ناگ باورچی خانے میں بوریوں کے پیچھے کافی دیر تک چھپا رہا — وہ یہی سوچ رہا تھا کہ جہاز کو کس طریقے سے جزیرے کی طرف چلنے پر مجبور کیا جائے؟

اتنے میں اُسے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی ڈاکو چاول کی بوریوں کی طرف بڑھ رہا تھا — ناگ رینگ کر دیوار کے ساتھ ہو بیٹھا — وہ کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا — اتنے میں کسی نے ایک بوری اٹھالی — ناگ تیزی سے رینگ کر دوسری بوری کے پاس جانے لگا، ڈاکو نے اسے دیکھ لیا —

"سانپ — سانپ — سانپ —"

سارے جہاز پر سانپ سانپ کی پکار مچ گئی — ہر کوئی اسے مارنے کو لپکا — ناگ کی جان ایک بار پھر مصیبت میں پھنس گئی تھی — باورچی خانے کا دروازہ کھلا تھا مگر وہاں ڈاکو تلواریں لیے کھڑے اس کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے — وہ فوراً باہر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکلتا تو ڈاکوؤں کی تلواریں اس کے ٹکڑے کر دیتیں — جیسا کہ آپ پچھلی قسطوں میں پڑھ چکے ہیں، ناگ میں زندہ رہنے کی وہ طاقت نہیں تھی جو عنبر کے پاس تھی — ناگ مر سکتا تھا — اس لیے وہ پریشان تھا —

ناگ نے سوچا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں کسی طرح یہاں سے جان بچا کر نکل چلوں — اس نے ایک ہلکی سی پھنکار ماری اور نیلے رنگ کی ننھی سی چڑیا بن کر پھُر سے اڑ کر چھت کے ساتھ لگی لکڑی پر جا کر بیٹھ گیا۔ ڈاکوؤں نے ایک نیلی چڑیا کو اڑتے دیکھا تو یہی سمجھے کہ یہ چڑیا کسی جزیرے سے اڑ کر پھنس گئی ہو گی — انہوں نے باورچی خانے کا دروازہ زیادہ کھول دیا اور خود پرے ہٹ گئے تاکہ بے چاری چڑیا باہر نکل سکے —

ناگ پھُر سے باہر اڑ گیا — ڈاکو تلواریں لیے سانپ کو تلاش کرتے رہے اور وہ انہیں کہیں بھی نہ ملا۔ لنگڑے کپتان کو جب پتا چلا کہ سانپ بھی نہیں مل رہا تو وہ سخت طیش میں آیا — وہ خود تلوار لے کر باورچی خانے میں آ گیا، مگر سانپ اسے بھی نظر نہ آیا —

ناگ نیلی چڑیا کے روپ میں جہاز کے ایک بانس پر جا کر بیٹھ گیا — سوچنے لگا، اب کون سا راستہ اختیار کرے؟ وہ

بانس سے نیچے اُتر کر آیا — اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ خود ایک بحری ڈاکو بن کر جہاز کا رخ جزیرے کی طرف موڑ دے — بس یہی خطرہ تھا کہ اُسے پہچانا جا سکتا تھا — سارے ڈاکو ایک دوسرے کو جانتے تھے — وقت گزر رہا تھا — شام ہو گئی۔ جہاز سمندر میں اپنے شکار کی تلاش میں بہا جا رہا تھا

ناگ نیلی چڑیا کے بھیس میں جہاز کے ڈیک پر ایک طرف جنگلے پر بیٹھا تھا کہ لنگڑے کپتان نے دُور بین سے ایک مسافر جہاز کو دیکھ لیا — اس نے قہقہہ لگا کر کہا:

"شکار — شکار — شکار —"

کوئی بدنصیب مسافر جہاز ان ڈاکوؤں کی زد میں آنے والا تھا — ڈاکو اِدھر اُدھر بھاگنے لگے — توپوں کا رخ مسافر جہاز کی طرف کر دیا گیا — بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا رخ "شکار" کی طرف موڑ دیا گیا — اور اس نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا — ناگ جنگلے پر بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اب وہاں ایک خونی ڈرامہ کھیلا جانے والا تھا —

یہ بحری ڈاکو مسافر جہاز پر حملہ کر کے مسافروں کو قتل کر دیتے تھے اور ان کا سامان لوٹ کر ان کے جہاز کو آگ لگا دیتے تھے —

بجلی کی چمک کی طرح ناگ کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہ بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر قبضہ کر لیا جائے؟ جب بحری ڈاکو مسافر جہاز پر چھلانگیں لگائیں تو اس جہاز پر قبضہ کر کے اس کا رخ جزیرے کی طرف موڑ دیا جائے — یہ بڑی اچھی ترکیب تھی مگر اس کے لیے بڑی ہوشیاری اور چابکدستی کی ضرورت تھی جو ناگ میں موجود تھی۔

بدنصیب مسافر جہاز قریب آ رہا تھا — اس جہاز کے کپتان نے بھی بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو دیکھ لیا اور جہاز کا رُخ دوسری طرف کر دیا — اب دونوں جہازوں کی سمندر میں دوڑ شروع ہو گئی — بحری ڈاکوؤں کا جہاز ہلکا پھلکا تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے مسافر جہاز کو جا لیا — اور پہلا گولہ داغا — گولہ جہاز کے مستول کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ بیچارے مسافر جہاز پر بھلا کب توپیں لگی ہوتی ہیں — بس وہ آگے آگے بھاگتا ہی رہا — مگر کب تک — ڈاکو اس کے سر پر پہنچ گئے ان کا جہاز مسافر جہاز کے بالکل ساتھ لگ کر بہنے لگا۔

بحری ڈاکو رسّوں کو پکڑ کر تیار کھڑے تھے — جونہی مسافر جہاز ذرا قریب آیا، ڈاکو اس پر کود گئے — ان کے ساتھ ہی ناگ بھی مسافر جہاز پر اڑ کر چلا گیا — جہاز پر جاتے ہی اُس نے دنیا کے سب سے زیادہ زہریلے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور ڈیک پر رینگ گیا — مسافر بے چارے نیچے جا کر چھپ گئے تھے ڈاکو

نے نیچے جانے والے دروازے کو توڑنا شروع کر دیا —

لنگڑا کپتان اپنے جہاز پر کھڑا تلوار لہرا لہرا کر انہیں کہہ رہا تھا —

"آگ لگا دو — آگ لگا دو —"

ڈاکوؤں نے مشعل جلا کر دروازے کو آگ لگانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس دوران میں ناگ سانپ کی شکل میں ان کے پاؤں میں آ گیا تھا — اس نے آتے ہی ایک کے بعد ایک اکٹھے سات ڈاکوؤں کو ڈس دیا۔ اس کا زہر اس قدر زبردست تھا کہ ڈستے ہی ڈاکو فرش پر گرے اور ان کے جسم پھٹ گئے۔

ناگ نے کتنے ہی ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا — اب انہوں نے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ وہ تلواریں لے کر اُسے کاٹنے کے لیے دوڑے — ناگ نے ایک دم سے سانپ کا روپ چھوڑ دیا اور شیر بن کر زور سے گرجا اور ڈاکوؤں پر لپک کر کسی کی گردن توڑ دی، کسی کو پنجہ مار کر ہلاک کر دیا اور کسی کو منہ میں دبوچ کر سمندر میں پھینک دیا —

لنگڑے کپتان نے جب دیکھا کہ ڈیک پر شیر آ گیا ہے تو دنگ رہ گیا — پھر خیال آیا کہ شاید اس جہاز میں کسی سرکس کے لیے شیر بھی لے جایا جا رہا ہو۔ اس نے وہیں سے پستول کا فائر کیا، مگر شیر پر کوئی اثر نہ ہوا — اس نے دیکھتے دیکھتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کتنے ہی ڈاکوؤں کو ہلاک کر ڈالا۔

باقی ڈاکوؤں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔ اب ناگ شیر کی جگہ پھر سے نیل چڑیا بن کر ڈیک کے جنگلے پر جا بیٹھا۔

مسافر جہاز کا کپتان ایک سوراخ میں سے یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ شیر کہاں سے آ گیا۔ وہ یہ سمجھا کہ ہو سکتا ہے، بحری ڈاکو اس شیر کو پکڑ کر کہیں لے جا رہے ہوں اور وہ آزاد ہو گیا ہو اور اس نے انہی کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔

ناگ اڑ کر ڈاکوؤں کے جہاز پر آ گیا۔ وہاں لنگڑا کپتان پریشان کھڑا اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو آوازیں دے رہا تھا جو غوطے کھا رہے تھے۔ اس کے ساتھ صرف تین ڈاکو اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ ناگ چڑیا کے روپ میں اس کے پیچھے آ گیا تھا۔

یہاں اس نے ایک بار پھر سانپ کی شکل بدلی اور ڈیک پر رینگتا ہوا لنگڑے کپتان کے پیچھے آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کپتان کی لکڑی کی ٹانگ کون سی ہے۔

دوسرے ڈاکو سمندر میں غوطے کھاتے اپنے ساتھیوں کو جھک کر دیکھ رہے تھے۔

سانپ نے تیزی سے بڑھ کر لنگڑے کپتان کی زندہ ٹانگ

پر ڈس دیا۔ لنگڑے کپتان نے ایک چیخ ماری اور ڈیک پر بے جان پتھر کی طرح گر پڑا۔ دوسرے ڈاکو اس کی طرف لپکے۔ سانپ نے ان میں سے ایک کو ڈسا۔ وہ بھی گرا۔ باقی دو ڈاکوؤں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔

اب میدان خالی تھا۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدل کر اپنے اصلی انسانی روپ میں آ گیا اور لپک کر جہاز کا رخ بدل دیا۔

جہاز نے مسافر جہاز سے دور ہٹنا شروع کر دیا۔ سمندری ہوا خاصی تیز چل رہی تھی۔ بادبانوں میں ہوا بھری ہوئی تھی۔ اور ڈاکوؤں کا جہاز دور ہٹ رہا تھا۔ سمندر میں غوطے کھاتے ڈاکوؤں نے جب دیکھا کہ ان کا کپتان انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر واپس جا رہا ہے تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مگر بہت جلد سمندر میں خونخوار شارک مچھلیاں نمودار ہوئیں اور انہوں نے سمندر میں غوطے کھاتے تیرتے اور شور مچاتے ڈاکوؤں کی تکا بوٹی کر دی۔

مسافر جہاز کا کپتان بھی ڈیک پر آ گیا تھا۔ اس نے جب ڈاکوؤں کی تباہی دیکھی اور ان کے جہاز کو دور جاتے دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ ناگ اب انسانی شکل میں تھا اور جہاز کے ڈیک پر کھڑا اسے جنوب مشرق کی طرف جاتے دیکھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا۔ جہاں آدم خور جزیرے میں عنبر اس کا انتظار کر رہا تھا۔
اچانک ناگ کو خیال آیا کہ کہیں جہاز کے نیچے کوئی بچا کھچا ڈاکو نہ بیٹھا ہو۔ وہ تو اس کے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔ چل کر اس سے بھی نمٹ لینا چاہیے۔ ناگ نیچے جانے والی سیڑھیاں اترنے لگا۔

سانپوں کا حملہ

شام ہو رہی تھی — زینے میں اندھیرا تھا۔
ناگ زینہ اُتر گیا — باورچی خانے میں روشنی تھی — شاید باورچی مشعل جلاتے اوپر کی تباہی سے بے خبر شام کا کھانا پکا رہا تھا — ناگ آہستہ آہستہ باورچی خانے کے پاس آ گیا — دروازہ آدھا کھلا تھا — اندر سے باورچی کے دیگ میں کفگیر چلانے کی آواز آ رہی تھی — ناگ نے باہر سے اُسے آواز دی۔ کفگیر کی آواز رُک گئی — باورچی میلے تولیے سے ہاتھ صاف کرتا ہوا باہر نکل آیا — جونہی دروازے سے اُس نے گردن باہر نکالی، ناگ نے اس کی کھوپڑی پر ایک مُکا ایسا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا — ناگ جلدی سے اندر گیا — باورچی خانہ خالی تھا — اُس نے رسّی لے کر باورچی کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس دیا — اب اُس نے دوسرے کیبن کی تلاشی لینا شروع کر دی — کہ کہیں کوئی اور ڈاکو نہ چھپا ہوا ہو —
ایک کیبن سے اُسے لکڑی پر ہتھوڑی مارنے کی آواز آئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے کیبن کے اندر جھانک کر دیکھا، ایک بڈھا کپتان ڈاکو صندوق بند کر رہا تھا — ناگ نے سوچا کہ وہ انسان کی شکل میں اس جینے کا مقابلہ نہیں کر سکتا — وہ سانپ بن کر کیبن میں داخل ہو گیا — جوں ہی وہ ڈاکو کے قریب گیا — اس نے سانپ کو دیکھ لیا اور تلوار نکال کر سانپ پر دے ماری —

یہ ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ تلوار اس سے ایک فٹ کے فاصلے پر گری اور لکڑی کے فرش میں گڑ گئی اور ذرا ادھر پڑتی تو ناگ کی موت یقینی تھی۔ ناگ نے بڑی پھرتی سے پہلو بدلا — اور اچھل کر ڈاکو کے ہاتھ پر ڈس دیا — ڈاکو ہاتھ جھٹکنے لگا — مگر اسے زندہ رہنے کی زیادہ مہلت نہ مل سکی — تیسری بار ہاتھ جھٹکنے کے ساتھ ہی وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا — اور اس کا جسم پھٹ گیا۔

ناگ سانپ کا روپ چھوڑ کر پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا —

پھر اس نے جہاز کا کونا کونا دیکھ لیا — جہاز میں اور کوئی ڈاکو نہیں تھا — اس نے دونوں ڈاکوؤں کو ایک لکڑی کے تختے پر رکھ دیا اور تختہ سمندر میں چھوڑ دیا —

اب رات کی سیاہی سمندر پر پھیلنے لگی تھی۔ سورج کب کا غروب ہو چکا تھا — آسمان پر ابھی تک بادل چھائے تھے۔

ان سمندروں میں ساون کی بڑی لمبی لمبی جھڑیاں لگتی ہیں اور آسمان کئی کئی دنوں تک بادلوں میں چھپا رہتا ہے — طوفان بھی اسی زمانے میں آتے ہیں — سمندر ہر وقت چڑھا ہوا ہوتا ہے ناگ ان سمندروں میں کئی بار سفر کر چکا تھا — وہ بادبانی جہاز چلانا بھی جانتا تھا — اس نے کپتان کے کیبن میں جا کر نقشہ دیکھا اور جہاز کا رخ آدم خور جزیرے کی طرف کر دیا — وہ خود کیبن میں آ کر لیٹ گیا —

وہ سوچ رہا تھا کہ جب وہ خالی جہاز لے کر عنبر کے پاس جائے گا تو وہ کس قدر خوش نہ ہو گا — اتنا اسے معلوم تھا کہ وہاں سے آدم خوروں کا جزیرہ کافی دور ہے اور جہاز دوسرے روز دوپہر کو کہیں جا کر وہاں پہنچے گا، لیکن وہ اس لیے مطمئن تھا کہ عنبر جزیرے میں اس کا انتظار کر رہا ہو گا۔

لیکن ادھر معاملہ بگڑ گیا تھا —

آدمخوروں کے سردار کا بھائی باغی ہو گیا تھا — اس نے لڑکی سلوی کو دوبارا پکڑنے کا منصوبہ بنایا اور آدھی رات کو چند آدمیوں کو ساتھ لے کر اس چٹان پر حملہ کر دیا جس کے اندر عنبر اور سلوی نے پناہ لے رکھی تھی۔

عنبر پریشان ہو گیا کہ یہ کم بخت آدمخور کہاں سے آ گئے۔ سلوی گھبرا گئی — بے چاری تھر تھر کانپ رہی تھی — عنبر نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُسے تسلی دی اور خود چٹان کے باہر آگیا اور گھات میں بیٹھ گیا۔ یوں ہی آدم خور آگے بڑھے، اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ دیکھتے دیکھتے چار آدم خور خاک و خون میں تڑپنے لگے۔ باقی ڈر کر بھاگ گئے۔ پچھلی رات پھر انہوں نے حملہ کر دیا۔ عنبر نے پھر گولیاں چلا کر دو آدم خور مار ڈالے۔

یوں ساری رات اسی پریشانی میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو سردار کو اپنے بھائی کی غداری کا علم ہوا۔ وہ خود عنبر کے پاس آیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر معافی مانگی۔ اس کا بھائی جنگل میں مفرور ہو چکا تھا۔ خطرہ تھا کہ وہ پھر رات کو حملہ کرنے آئے گا۔

عنبر کو صرف سلومی کی فکر تھی کیونکہ وہ لوگ اسے ہلاک کر سکتے تھے۔ اس لیے وہ جتنی جلدی ہو سکے اس جزیرے سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اس نے سردار سے کہا:

"کیا ہماری کشتی تیار ہے؟"

"ہاں حضور، تیار ہے۔"

"اسے یہاں لے آؤ۔"

عنبر سلومی کو ساتھ لے کر جزیرے کے مشرقی ساحل کی طرف جانے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ سردار ابھی تک عنبر کا پجاری بنا ہوا تھا۔ اس نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو کشتی لانے کا حکم دیا۔ آدم خور تھوڑی ہی دیر میں کشتی لے کر آ گئے۔ یہ ایک ذرا بڑی کشتی تھی۔ اوپر بادبان لگا تھا۔ ایک چھوٹا سا کیبن سونے کے لیے پیچھے بھی بنایا ہوا تھا۔ آدھے کیبن میں کیلے اور ناریل بھرے ہوئے تھے۔ یہ سمندر میں دس پندرہ دنوں کے لیے کافی خوراک تھی۔

عنبر نے سلومی کو ساتھ لیا اور کشتی میں سوار ہو گیا۔ اب وہ ناگ کا انتظار نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ سلومی کی زندگی کو خطرہ تھا۔ اس نے سردار کو ہاتھ اٹھا کر خدا حافظ کہا اور کشتی کا لنگر اٹھا لیا۔ ہوا موافق چل رہی تھی۔ کشتی کنارے سے ہٹ کر کھلے سمندر کی طرف بڑھنے لگی۔

عنبر ان سمندروں کا سندباد تھا۔ اسے بہت اچھا اندازہ تھا کہ اس کی منزل کہاں اور کس طرف ہے۔

کشتی دوپہر تک سمندر میں سفر کرتی چلی گئی۔ سلومی نے پوچھا:

"کیا ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں عنبر؟"

"بالکل درست راستے پر جا رہے ہیں۔ یہاں سے ملک برما کا ساحل زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم دو تین روز میں برما پہنچ جائیں گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا تمہارا برما جانا ضروری ہے؟" سلومی نے پوچھا۔

عنبر کہنے لگا:

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ مجھے بادشاہ سلامت کی امانت انہیں دینے رنگون جانا ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں لے کر لندن روانہ ہو جاؤں گا، یا اگر رنگون میں کوئی جہاز لندن جا رہا ہوا تو تمہیں اس میں سوار کروا دوں گا۔"

سلومی نے جلدی سے کہا:

"نہیں نہیں، میں اکیلی سفر نہیں کروں گی۔"

"ٹھیک ہے، پھر میں بھی تمہیں ساتھ لے چلوں گا۔"

ان کی کشتی سمندر میں اپنے آپ ہی چلی جا رہی تھی۔

ادھر دوپہر کے وقت ناگ کا بحری جہاز آدم خور جزیرے کے ساحل پر چٹانوں سے ذرا فاصلے پر آن لگا۔ ناگ نے لنگر سمندر میں ڈال دیا۔ خود کبوتر کا روپ بدل کر اڑ کر ساحل پر آ گیا اور اس چٹان کے پاس آ کر عنبر کو تلاش کرنے لگا۔ جہاں اس نے عنبر کو ٹھہرنے کے لیے کہا تھا۔ وہاں عنبر نہیں تھا۔ ناگ نے سمندر کے ساحل کو شروع سے آخر تک چھان مارا۔ عنبر کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔

وہ بڑا پریشان ہوا کہ وہ کہاں چلا گیا؟

بحری جہاز کو سمندر میں آدم خوروں نے بھی دیکھ لیا۔ سردار کو خبر کر دی گئی کہ ایک جہاز جزیرے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے۔ سردار بڑا خوش ہوا۔ وہ یہی سمجھا کہ دیوتا اس پر مہربان ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اس نے سمندر کے دیوتا کے حکم پر سفید عورت کو رہا کر دیا تھا۔ اب وہ جی بھر کر جہاز کو لوٹے گا اور مسافروں کو بھون بھون کر کئی دنوں تک کھاتا رہے گا۔ کیا خبر جہاز پر کوئی سفید گوشت والا انسان بھی مل جائے۔ سفید گوشت ان آدم خوروں کو سال میں اور کبھی دو سالوں میں ایک آدھ بار ہی ملا کرتا تھا۔ اس نے اپنے آدم خوروں کو حکم دے دیا کہ جہاز پر حملہ کر دیا جائے۔

سارے کے سارے آدم خور نیزے لہراتے، کلہاڑیاں چلاتے جنگل سے نکل کر سمندر کنارے کھڑی اپنی کشتیوں میں آ کر بیٹھ گئے اور انہیں زور زور سے چلا کر جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔ ناگ کبوتر بن کر ان کے اوپر اڑتے ہوئے یہ سارا ڈرامہ تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ حیران تھا کہ عنبر کہاں چلا گیا ہے۔ آدم خوروں نے اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیاں جہاز کے ساتھ لگا دیں اور رسّے پھینک کر اوپر چڑھنے لگے۔ وہ چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔ وہ سارے جہاز میں گھوم گئے۔ انہیں وہاں کوئی انسان نہ ملا۔ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیسا جہاز ہے کہ جس میں ایک بھی مسافر نہیں ہے۔ تو کیا یہ جہاز خالی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے اور ہوا اسے اٹھا کر جزیرے کے پاس لے آئی ہے۔"

سردار نے ڈیک پر کھڑے ہو کر جہاز کے بادبانوں کو دیکھا اور کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہاز کو لنگر ڈال کر کھڑا کیا گیا ہو اور جہاز پر کوئی انسان نہ ہو — آخر وہ انسان کہاں ہے جس نے لنگر ڈالا تھا۔"

اس طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا تھا — جہاز کی ایک بار پھر تلاشی کی گئی، لیکن جہاز میں کوئی انسان نہ ملا — جہاز بالکل خالی تھا —

سردار نے حکم دیا:

"جہاز کو آگ لگا دی جائے۔"

اب ناگ پریشان ہوا — کم بخت ایک ہی جہاز اس کے پاس تھا جس پر سوار ہو کر وہ سمندر میں سفر کر سکتا تھا۔ اور اپنے دوست عنبر کو تلاش کر سکتا تھا — انہوں نے اسے بھی جلا ڈالا تو اسے اتنا اچھا جہاز بھلا پھر کہاں ملے گا!

آدم خور وحشیوں نے [illegible] تو آگ لگا کر جہاز پر پھینکنا شروع کر [illegible] زمانے میں جہاز کے پیندے بھی لکڑی کے ہوا کرتے تھے — جہاز کو آگ لگنے لگی — دو ایک جگہوں سے جہاز کا پیندا جل اٹھا تھا — ناگ بڑی تیزی سے فضا

میں غوطہ لگا کر جہاز کے اوپر آ گیا — وہاں جاتے ہی اس نے انسان کی شکل اختیار کر لی — آدم خوروں نے جہاز کے ڈیک پر ایک انسان کو دیکھا تو شور مچانا شروع کر دیا — سردار نے ساحل پر کھڑے کھڑے ناگ کو دیکھ لیا تھا — اُس نے چیخ کر کہا:

"اسے زندہ پکڑ کر لاؤ۔"

آدم خوروں نے جہاز پر کمندیں پھینک کر جہاز پر چڑھنا شروع کیا — ناگ نے لنگر اٹھا دیا — جہاز کے بادبان کھول دیے۔ جہاز نے کھلے سمندر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اس دوران میں چھ سات آدم خور جہاز کے ڈیک پر چڑھ آئے تھے۔ باقی کشتیاں لے کر جہاز کے ساتھ ساتھ نعرے لگاتے، نیزے لہراتے جا رہے تھے — آدم خوروں نے ناگ کو بادبانوں کے بڑے مستول کے پاس کھڑے دیکھا تو اس پر نیزے پھینکے — ناگ پھر سے کبوتر بن کر جہاز کے مستول کے اوپر جا کر بیٹھ گیا —

آدم خوروں نے جو ایک انسان کو اچانک غائب ہو کر کبوتر بنتے دیکھا تو خوف سے کانپنے لگے —

وہ چیختے چلاتے سمندر میں کود گئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر شور مچانے لگے۔

"بھوت — بھوت — بھوت — جہاز پر بھوت ہے ..."

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ وحشی لوگ بے حد کمزور دل ہوتے ہیں — بھوتوں چڑیلوں سے بے حد خوف کھاتے ہیں — بھوت کا نام سن کر باقی آدمخور کشتیاں لے کر واپس جزیرے کی طرف اٹھ دوڑے۔ ناگ دوبارا انسان کی شکل میں جہاز کے ڈیک پر آگیا اور آدم خوروں کی طرف ہاتھ ہلانے اور مسکرانے لگا۔ جزیرے سے کافی آگے نکل کر ناگ نے بیچ سمندر میں جہاز کا لنگر ڈال دیا — وہ عنبر کو تلاش کیے بغیر جزیرے سے کیسے واپس جا سکتا تھا — اُسے صرف ایک ہی خطرہ تھا کہ عنبر کہیں جزیرے کے کسی ایسے گڑھے میں نہ گر گیا ہو جو یہ جنگلی لوگ شیر ہاتھیوں کو پکڑنے کے لیے بناتے ہیں —

عنبر مر تو نہیں سکتا تھا۔ مگر ایک کنویں جتنے گہرے گڑھے سے وہ بغیر کسی کی مدد کے باہر نہیں نکل سکتا تھا — اس لیے جزیرے کے جنگل کی تلاشی ضروری تھی — یہ کام ناگ شام ہونے سے پہلے پہلے کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اندھیرے میں وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جہاز کو سمندر میں کھڑا کرنے کے بعد ناگ نے کبوتر کا رُوپ بدلا اور ہوا میں اڑتا ہوا جزیرے میں آگیا۔ وہ چٹانوں کے پاس آکر زمین پر اُتر آیا۔ وہاں سے آدمخور جنگل میں جا چکے تھے — ان کی چھوٹی کشتیاں دُور مشرقی ساحل پر بندھی

ہوئی تھیں —

ناگ انسان کی شکل میں آگیا — اُس نے ساری چٹانوں کو ایک بار پھر دیکھا — اس کی غاروں میں جا کر عنبر کو آوازیں دیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ یہاں عنبر نہیں ہے تو وہ جنگل میں داخل ہو گیا —

اتنے گھنے جنگل اس نے جنوبی افریقہ میں دیکھے تھے۔ آگے گزرنے کو کوئی راستہ نہ تھا — پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح آگے بڑھتا چلا گیا — وہ گھاس اور جنگلی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی زمین کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی گڑھا تو نہیں کھدا ہوا — اس نے ایک دو جگہوں پر عنبر کو آواز بھی دی — جنگل سنسان تھا، کوئی جواب نہ آیا —

ناگ جنگل میں بڑھتا چلا گیا —

اب جنگل زیادہ گھنا ہو گیا تھا — درختوں کی شاخیں زمین کو چھو رہی تھیں — اچانک ایک درخت پر سے بہت بڑا سانپ اچھل کر ناگ کے اوپر آن گرا — اور اس نے گرتے ہی ناگ کی گردن پر ڈس دیا — ناگ وہیں رُک گیا۔ اس نے سانپ کی طرف دیکھا — یہ سبز رنگ کا بہت زہریلا سانپ تھا اور اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا تھا — ناگ نے سانپ کو زور سے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تمہاری یہ جرأت ؟"

اب جو سانپ نے ناگ کی طرف دیکھا تو تھر تھر کانپنے لگا۔ اپنا سر زمین پر ڈال دیا اور اپنا ماتھا ناگ کے قدموں کے پاس رگڑنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی زبان میں بار بار ناگ سے یہی کہہ رہا تھا:

"اے عظیم ناگ دیوتا، معاف کر دو۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

ناگ نے کہا:

"تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں ؟"

سانپ نے اپنا سر زمین پر پٹختے ہوئے کہا:

"عظیم دیوتا، میری بدقسمتی کہ میں دھوکا کھا گیا۔ نہیں تو دنیا کا کوئی سانپ یہ جرأت کر سکتا ہے کہ ناگ دیوتا پر حملہ کرے۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

ناگ نے کہا:

"معافی ہماری دنیا میں نہیں ہوتی۔ یہ تم بھی جانتے ہو۔ جب کوئی تم پر حملہ کرتا ہے تو تم بھی اس انسان یا جانور کو معاف نہیں کرتے۔ اس لیے تمہیں بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔"

"رحم، رحم، رحم۔ ناگ دیوتا۔"

سانپ گڑگڑانے لگا۔ مگر ناگ نے سانپ کی طرف انگلی اٹھا دی تھی۔ اس کی انگلی کا اٹھنا تھا کہ سانپ کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی۔ وہ زمین پر تڑپ تڑپ کر قلابازیاں کھانے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اس کے جسم کی کھال پھٹ گئی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بجھ گیا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

ناگ اپنے مشن پر پھر آگے روانہ ہوا۔ چلتے چلتے اس کا پاؤں ایک جگہ پھسلا اور وہ دھڑام سے ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا۔ یہ گڑھا آدم خوروں نے شیر کو پکڑنے کے لیے بنایا ہوا تھا۔ اس کے اوپر بانس کی پتلی اور کمزور چھت ڈال کر اوپر گھاس بکھیر دی تھی۔

گڑھے میں گرتے ہی ناگ کو سب سے پہلے عنبر کا خیال آیا کہ کہیں وہ بھی اسی جگہ نہ گرا پڑا ہو۔ اس نے آواز دی۔

"عنبر، عنبر"

وہاں اس کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ ناگ کے لیے وہاں سے نکلنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ کبوتر بن کر پھر سے اڑاری مار کر باہر نکل آیا۔ اب اس نے خیال کیا کہ کیوں نہ کبوتر بن کر ہی جنگل سے گزرے۔ مگر اس میں خطرہ تھا کہ کوئی جانور اسے چیر پھاڑ کر نہ رکھ دے۔ ویسے بھی کبوتر بن کر وہ جنگل کو اچھی طرح سے نہ کھنگال سکتا تھا۔ ناگ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔

اب جنگل اتنا گھنا نہیں رہا تھا کہ گزرنے کا راستہ بھی نہ ہو۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب وہ درختوں کے نیچے سے آسانی سے آگے جا سکتا تھا۔ چلتے چلتے ناگ تھک گیا۔ وہ ایک درخت کے نیچے ذرا سانس لینے کو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے نیند آ گئی۔ اس نے سوچا کہ کچھ دیر آرام کرے تو بہتر ہے۔ وہ درخت سے ٹیک لگا کر سو گیا۔

اُسے سوئے جانے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ ایکا ایکی اُسے یوں لگا جیسے کوئی اس کے قریب زور زور سے سانس لے رہا ہے۔ ناگ کی آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ کوئی پندرہ بیس قدم کے فاصلے پر ایک اژدہا کنڈلی مارے بیٹھا اپنی لال لال آنکھوں سے ناگ کو گھور رہا ہے۔ ناگ چونکہ دور تھا، اس لیے اژدہا کو اس کی بو محسوس نہیں ہوئی تھی۔

ناگ مسکرایا اور خاموش بیٹھا رہا۔

اژدہا کچھ دیر تک ناگ کو گھورتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ جب اس کے قریب آیا تو اچانک اُسے ناگ کی بُو محسوس ہونے لگی۔ تڑپ کر سیدھا ہو گیا۔ پھر اُس نے جھک کر ناگ کو سلام کیا اور کہا:

"حضور انور! زہے نصیب کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

ناگ نے طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"تم میری خدمت تو کرنے لگے تھے۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تم خدمت کرتے کرتے اسے ثابت نگل جاتے اور ڈکار بھی نہ لیتے۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمہیں کیا سزا دوں؟"

اژدہا نے کہا:

"حضور! مجھ سے صرف اتنی ہی گستاخی ہو گئی کہ میں نے آپ کے بارے میں بُرا سوچا۔ مجھے معاف کر دیں۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں کروں گا۔"

ناگ نے کہا:

"اچھا، میں تمہیں معاف کرتا ہوں، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے عنبر نام کا کوئی نوجوان یہاں دیکھا ہے؟"

اژدہا کچھ سوچ کر کہنے لگا:

"شاید کل یا پرسوں ایک خوب صورت نوجوان ایک سفید لڑکی کے ساتھ یہاں سے گزرا تھا۔ میں نے انہیں کچھ نہیں کہا، کیونکہ اس شخص کے ماتھے پر ایک پُراسرار لکیر میں نے دیکھ لی تھی۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا اس نوجوان کا ماتھا روشن تھا؟"

اژدہا بولا:

"ہاں میرے عظیم دیوتا، اس کے ماتھے کو دیکھ کر ایسا لگتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا جیسے وہاں سورج طلوع ہو رہا ہو۔"

ناگ بولا:

"ٹھیک ہے، وہی میرا دوست عنبر تھا۔ مگر وہ لڑکی اس کے ساتھ کون تھی۔"

اژدہا نے کہا:

"ہو سکتا ہے کوئی دکھیاری ہو، کیونکہ اس بے چاری کے بال بکھرے ہوئے تھے اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ نوجوان اس لڑکی کو یہاں سے نکال کرلے جا رہا تھا۔ وہ لڑکی یقیناً یہاں کے آدم خوروں کے قابو میں آگئی ہوگی۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا وہ دونوں سمندر کی طرف جا رہے تھے؟"

"ہاں، وہ جنگل میں سمندر کے رُخ کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔"

ناگ سمجھ گیا کہ عنبر کسی لڑکی کی جان بچا کر یہاں سے نکل گیا ہے اور اب اگر وہ ملا تو سمندر میں ہی وہ ملے گا۔ ناگ وہیں سے واپس ہوا۔

اب جنگل کے اندر عنبر کو تلاش کرنا بے کار تھا۔ وہ جنگل سے نکل کر سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ایک لمبا نیزہ اس کے آگے آن کر گرا اور زمین میں دھنس گیا۔ اس کا مطلب

سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھا کہ آدم خوروں نے اس پر پھر حملہ کر دیا ہے۔

ناگ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

جنگل کے درختوں میں سے آدم خور ایک دم نعرے لگاتے باہر نکلے۔ اور ناگ کی طرف نیزے پھینکتے چلے۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ ان انسانوں کے دشمن آدم خوروں کو ایک ایسا سبق سکھایا جائے کہ جو کوئی ان میں سے زندہ رہے وہ اُسے ساری زندگی یاد رکھے۔

آدم خور ابھی ساحل سمندر سے کافی دُور تھے۔ ناگ نے آنکھیں بند کرکے ایک جادو کا منتر پڑھا اور جنگل کی طرف زور سے پھونک ماری۔ اس نے جنگل کے سارے سانپوں اور اژدہوں کو ناگ دیوتا کی حیثیت سے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر حملہ کر دیں۔

اس کے حکم اور پھونک مارنے کی دیر تھی کہ جنگل کے ایک جانب سے ہزاروں زہریلے سانپ اور اژدہا پھنکارتے ہوئے باہر نکل آئے اور انہوں نے آدم خوروں کے پیچھے جانا شروع کر دیا۔

سانپوں کی رفتار بہت تیز تھی اور ان میں سے کئی اڑنے والے سانپ تھے۔ انہوں نے اڑ کر آدم خوروں کے ہاتھوں پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈسا اور وہ چیخ مار کر گرے اور مر گئے — دوسروں کو سانپوں نے پاؤں میں ڈسا — وہ بھی تڑپ تڑپ کر مرنے لگے — کچھ آدم خوروں کو اژدہوں نے نگلنا شروع کر دیا — وہاں افراتفری مچ گئی — سانپوں نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا تھا اور ایک ایک کر کے ڈسے جا رہے تھے —

دیکھتے دیکھتے وہاں آدم خوروں کی لاشیں بچھ گئیں — صرف ایک دو ہی جان بچا کر وہاں سے بھاگ سکے — اُن کے پیچھے بھی سانپ لگ گئے —

کنارے پر آ کر سب سانپوں اور اژدہوں نے ناگ کے آگے سر جھکا دیے اور ایک آواز ہو کر کہا:

"اور کوئی حکم اے ہمارے عظیم دیوتا؟"

ناگ نے کہا:

"نہیں، اور کوئی حکم نہیں — اب تم جا سکتے ہو"

سب نے سر جھکا کر ناگ کو سلام کیا اور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے — ناگ کا جہاز دور سمندر میں کھڑا ہلکی ہلکی لہروں میں جھوم رہا تھا —

ناگ کبوتر بن کر اُڑا اور اپنے جہاز پر پہنچ گیا۔ اُس وقت رات ہو چکی تھی — جزیرے پر گہرا سناٹا چھا چکا تھا — ناگ نے بادبان کھول دیے — جہاز کے ماتھے پر مشعل کو روشن کیا

اور لنگر اُٹھا دیا — جہاز اپنے آپ چل پڑا۔

جہاز کا رُخ ملک برما کے شہر رنگون کی طرف تھا، کیونکہ ناگ کو معلوم تھا کہ عنبر نے رنگون جا کر بہادر شاہ ظفر کو اس کی شاہی امانت واپس کرنی ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مندر کی چڑیل

سمندر میں دو دن کے سفر کے بعد عنبر اور سلومی کو دُور زمین نظر آگئی۔

سلومی نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ اس طرح بے یارو مددگار بُرے حالات میں ایک کشتی میں بیٹھ کر سمندری سفر کا یہ اس کا پہلا موقع تھا۔ عنبر اس سے پہلے اس قسم کے ہزاروں سفر کر چکا تھا۔ وہ پانچ ہزار سال سے سفر میں تھا اور ایک بار پھر واپسی کے ہزاروں میل لمبے سفر پر جا رہا تھا۔ بہرحال زمین دیکھ کر وہ بھی خوش ہوا۔ اُس نے کہا:

"مجھے یقین ہے ہم ملک برما کی زمین پر پہنچ گئے ہیں"

سلومی نے دُعا مانگتے ہوئے کہا:

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ اب میں سمندر کا سفر نہیں کر سکتی۔"

کنارے کے قریب آکر لہریں بڑی تیزی سے کشتی کو آگے لیے جا رہی تھی۔ دن کا تیسرا پہر تھا اور سورج مغرب میں

غروب ہو رہا تھا۔ اس کی سنہری کرنیں سمندر میں آگ سی لگا رہی تھیں۔ زمین قریب سے قریب آ رہی تھی۔ اب ناریل کے درختوں کے جھنڈوں کے جھنڈ نظر آنے لگے تھے آخر اُن کی کشتی اپنے آپ کنارے کے ساتھ جا لگی۔ عنبر نے کشتی کو ایک طرف چٹان کے ساتھ باندھا۔ سلومی کو ساتھ لیا اور کنارے پر اُتر آیا۔

زمین پر پیر رکھتے ہی سلومی نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ پھر انہوں نے منہ ہاتھ دھو کر ناریل کا پانی پیا۔ کچھ کیلے کھائے۔

عنبر غور سے کنارے کے ساتھ ساتھ جاتے ناریل اور آم کے گھنے درختوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پرندوں کی ایک قطار دُور جنگل کی طرف جاتے دیکھی۔

عنبر نے سلومی سے کہا:

"یہ جزیرہ نہیں ہے، کوئی ملک ہے۔ ایسے پرندے جزیروں میں نہیں ہوا کرتے۔ میرا خیال ہے ہم برما میں پہنچ گئے ہیں"

انہوں نے سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ عنبر کو معلوم تھا کہ برما کے جنگل دنیا کے گنجان اور خطرناک جنگلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان جنگلوں میں شیر، ہاتھی، چیتے، ریچھ اور بڑے بڑے مگرمچھ پائے جاتے ہیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایسی ایسی دلدلیں ہیں کہ اگر اُن میں ہاتھی بھی گر پڑے تو بھی باہر نہیں نکل سکتا — اُس نے سُن رکھا تھا کہ یہاں اتنے باریک سانپ ہوتے ہیں کہ درختوں کے ساتھ دھاگوں کی طرح لپٹے رہتے ہیں اور مسافروں کی گردن سے چمٹ کر انہیں ہلاک کر ڈالتے ہیں اور اتنے بڑے بڑے اژدہا بھی ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی ہاتھی کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا ہے۔

عنبر رنگون شہر کی سیر کر چکا تھا، مگر جنگلوں میں جانے کا اُسے اتفاق نہیں ہوا تھا — اس نے سلوی کو تمام خطروں سے خبردار کر دیا تھا — کیونکہ اسے اسی کا زیادہ فکر تھا — کافی دُور چلنے کے بعد عنبر نے ایک بیل گاڑی دیکھی جو جنگل سے نکل کر ایک کچے راستے پر جا رہی تھی — اس گاڑی پر زرد کیلوں کے گچھے اور پان کے ٹوکرے لدے ہوئے تھے۔ گاڑی بان برمی تھا — عنبر نے سلوی سے خوش ہو کر کہا:

"دیکھا، میں نہ کہتا تھا کہ ہم برما پہنچ گئے ہیں۔ یہ گاڑی بان کی شکل دیکھو — پورا برمی ہے۔"

سلوی نے ذرا فاصلے سے گاڑی بان کو گھور کر دیکھا اور عنبر سے کہا:

"مجھے تو یہ کوئی چینی کسان لگتا ہے۔"

عنبر مسکرایا:

"ان کی شکلیں چینیوں سے کافی ملتی ہیں۔"

وہ گاڑی بان کے پاس آ گئے — گاڑی بان نے حیرانی سے دونوں کو دیکھا —

عنبر نے برمی زبان میں پوچھا:

"کیا یہ برما کا ملک ہے؟"

گاڑی بان اور زیادہ حیران ہوا — مگر وہ خوش بھی ہوا — کیونکہ عنبر اس کی مادری زبان میں بات کر رہا تھا۔ اُس نے کہا:

"ہاں، تم برما میں ہو — مگر تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ہم جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ وہ سمندر میں غرق ہو گیا۔ ہم بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچے ہیں — یہ میری بہن سلوی ہے۔"

گاڑی بان نے سر پر زرد رومال باندھ رکھا تھا — اُس نے کہا:

"آپ لوگ اکیاب میں آ گئے ہیں — میں اکیاب شہر ہی جا رہا ہوں۔"

"ہمیں بھی لے چلو گے بھائی؟"

"کیوں نہیں، گاڑی پر بیٹھ جائیں —"

عنبر اور سلوی گاڑی پر بیٹھ گئے — بیل گاڑی ہولے ہولے اکیاب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئی۔ عنبر نے گاڑی بان سے پوچھا۔

"بھائی، اکباب شہر یہاں سے کتنی دور ہو گا؟"

"یہی کوئی دس کوس ہو گا۔ مگر راستہ جنگل سے ہو کر جاتا ہے۔ جنگل بڑا گھنا ہے۔ گھبراؤ گے تو نہیں؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"نہیں، تم فکر نہ کرو۔ نہ میں گھبراؤں گا، نہ میری بہن سلومی گھبرائے گی۔ کیوں سلومی؟"

سلومی نے جنگل کا نام سُن کر ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا:

"خدا جانے ابھی کتنے جنگل اور دیکھنے ہیں۔"

سورج غروب ہو رہا تھا کہ بیل گاڑی جنگل میں داخل ہو گئی۔ کچا راستہ درختوں کے بیچ میں سے ہو کر جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس راستے سے بیل گاڑیاں اور مسافر آتے جاتے رہتے ہیں۔ درخت سال اور ساگ کے تھے اور کافی گھنے اور اونچے اونچے تھے۔ درمیان میں ناریل کے جھنڈ بھی آ جاتے تھے۔ سورج کی سنہری کرنیں درختوں کے تنوں سے پھسل کر گھاس کو سنہری کر رہی تھیں۔

گاڑی بان نے اپنی بربری زبان میں گنگنانا شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ جب خطرناک جنگلوں میں سے گزرتے ہیں تو شاید اپنے دل کا خوف چھپانے کے لیے اونچی آواز میں گانا شروع کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ گانے کی آواز سُن کر جنگلی جانور

ان کے قریب نہیں آتے بلکہ بھاگ جاتے ہیں، لیکن انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ کبھی کبھی اپنے گانے سے وہ آدمخور شیروں کو دعوت بھی دے دیتے ہیں۔

اِدھر سورج غروب ہوا، اُدھر مشرق سے گول زرد سا کافی بڑا چاند نکل آیا۔ جنگل میں درختوں کے نیچے چاند کی ہلکی پھیکی زرد روشنی پھیل گئی۔ بیل گاڑی کے آگے جتے بڑے مزے سے ایک ہی رفتار سے چل رہے تھے، جیسے نیند میں چل رہے ہوں۔ اس جنگل میں ایک آدم خور شیر نیا نیا اراکان کے پہاڑوں سے آیا ہوا تھا۔ وہ کئی روز سے بھوکا تھا اور رات پڑتے ہی کسی شکار کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔

اس نے نرکل کی جھاڑیوں میں بیٹھے بیٹھے جو ایک انسان کی آواز سُنی تو اس کی بھوکی آنکھیں چمکنے لگیں۔ کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کی دم زور زور سے ہلنے لگی۔

اس نے اپنا منہ اس طرف موڑ دیا جس طرف سے گانے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر اُس نے پنجے سکیڑ کر گردن جھکا کر گاڑی بان کی آواز کی طرف چل دیا۔

سلومی کو نیند آ گئی تھی اور وہ بان کے گھٹنوں سے ٹیک لگا کر سو رہی تھی۔ عنبر خاموش بیٹھا تھا۔ دیوالور اُس کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جیب میں تھا۔ سیکلہ خاندان کا قیمتی ہار اس کی اندرونی جیب میں رکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ خدا جانے ناگ کہاں ہوگا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ جزیرے میں جب اس نے عنبر کو نہ پایا تو وہ اس کے پیچھے رنگون بہادر شاہ ظفر کے پاس ضرور پہنچے گا، کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ میں شاہی ہار دینے اُدھر ہی جا رہا ہوں۔

اچانک جنگل میں شیر کی خوفناک دھاڑ گونجی۔

شیر کی دھاڑ سے بیل بدک گئے اور اتنی تیزی سے بھاگے کہ گاڑی ایک پتھر سے ٹکرا کر اچھلی اور سلومی اور عنبر گاڑی میں سے اُچھل کر باہر جھاڑیوں میں گر پڑے۔ عنبر نے سلومی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی آدم خور شیر ہے جو گاڑی بان کے گانے کی آواز پر حملہ آور ہوا ہے۔ اب اگر وہ ... کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اسی افراتفری میں عنبر کا وہ تعویذ کہیں گر پڑا جس کی مدد سے وہ ہوا میں اُڑ سکتا تھا۔ وہ اُسے تلاش نہ کر سکا۔

سلومی کچھ نہ سمجھ سکی کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ عنبر نے جھاڑیوں کو ہٹا کر دیکھا۔ دور کچے راستے پر بیل گاڑی بھاگی جا رہی تھی۔ اور شیر ایک زور دار دھاڑ کے ساتھ گاڑی کے اوپر آ کر گرا۔ گاڑی بان نے چھلانگ لگا دی۔ شیر نے ادھر سے چھلانگ لگا کر گاڑی بان کو وہیں دبوچ لیا۔ اس بے چارے

کی آخری چیخ فضا میں بلند ہوئی اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ عنبر اس کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ ویسے بھی عنبر کو سلومی کا خیال تھا۔ اگر وہ اکیلا ہوتا تو شیر کی مجال نہیں تھی کہ گاڑی بان کو ہلاک کر سکتا، لیکن اب خطرہ تھا کہ شیر سلومی کو ہلاک نہ کر دے۔

سلومی کے منہ سے دبی ہوئی چیخ پھر بھی نکل گئی۔ عنبر نے اس کا سر نیچے کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ سلومی ایک آدم خور شیر کو انسان کھاتے ہوئے دیکھے۔ اس نے سرگوشی میں کہا

"شیر نے گاڑی بان کو مار ڈالا ہے۔ خاموش بیٹھی رہو۔"

شیر نے ایک ہی پنجہ مار کر گاڑی بان کا کام تمام کر دیا تھا اور اب اس کی گردن کا وہیں کھڑے کھڑے خون پی رہا تھا۔ جب خوب سیر ہو کر خون پی چکا تو شیر نے منہ اوپر کر کے ایک زور دار ڈکار ماری اور پھر گاڑی بان کو منہ میں دبوچ کر اس کا گوشت کھانے کے لیے جنگل کی طرف چل دیا۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو عنبر نے سلومی سے کہا:

"چلو، اب کوئی خطرہ نہیں ہے، مگر ہمیں جلدی جلدی یہاں سے نکل جانا ہوگا۔"

"شیر۔ شیر کہاں ہے؟" سلومی نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا:

"شیر جنگل میں جا چکا ہے۔"

وہ دونوں جھاڑیوں میں سے نکلے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے خاموشی سے آگے نکل گئے۔ راستے میں اس جگہ تازہ خون کا بڑا سا نشان تھا، جہاں شیر نے بے چارے گاڑی بان کو گرایا تھا۔ جب وہ اس جگہ سے کافی آگے نکل گئے تو سلمی تھک کر بیٹھ گئی:

"مجھ سے نہیں چلا جاتا۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر شیر تمہیں اٹھا کر لے جائے گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

"نہیں، نہیں، عنبر بھائی۔ میں آ رہی ہوں۔"

اور وہ اٹھ کر عنبر کے ساتھ آگے روانہ ہوئی۔ عنبر نے کہا:

"وہ گاڑی کہاں چلی گئی، جس پر ہم سوار تھے؟"

کچے راستے پر بیل گاڑی کے نشان آگے جا رہے تھے۔ آخر ایک جگہ انہیں بیل کے ڈکرانے کی آواز سنائی دی۔ وہ بھاگ کر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بیل گاڑی ایک بہت بڑے دلدل کے تالاب میں گر چکی تھی۔ ایک بیل دلدل میں گم ہو چکا تھا اور

دوسرا بیل باہر نکلنے کی کوشش میں اور زیادہ دلدل میں دھنستا جا رہا تھا۔ کیلوں کے گچھے اور پانوں کے ٹوکرے آہستہ آہستہ دلدل میں ڈوب رہے تھے۔ ان کے دیکھتے دیکھتے دوسرا بیل بھی دلدل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔

چاندنی رات میں یہ منظر بڑا ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ جنگل پر موت کی خاموشی چھا چکی تھی۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ کوئی پرندہ بھی نہیں بول رہا تھا۔ شیر کی دھاڑ نے الو کو بھی چپ کرا دیا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ سلمی کو ساتھ لے کر آدھی رات کو اس خطرناک جنگل میں سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کسی جگہ رک کر رات بسر کر لینی چاہیے، تاکہ اگلے روز صبح کی روشنی میں سفر شروع کیا جائے۔

اس نے سلمی سے کہا:

"میرا خیال ہے، ہمیں یہیں کہیں رات بسر کرنا ہوگی۔"

سلمی نے دلدل کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"کیا ہم اس دلدل میں رات بسر کریں گے؟"

"نہیں، ہم کوئی اچھا سا ٹھکانا تلاش کریں گے۔"

عنبر نے سلمی کو ساتھ لیا اور جنگل میں کچی سڑک پر آہستہ آہستہ آگے روانہ ہوا۔ وہ بڑے غور سے چاروں طرف دیکھتا جا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا — اچانک اس کی نظر ایک روشنی پر پڑی جو دور ایک پہاڑ کھنڈر میں سے آ رہی تھی —

عنبر نے کہا:

"شاید وہ کسی کی جھونپڑی ہے۔ آؤ وہاں چلتے ہیں — ہو سکتا ہے ہمیں رات بسر کرنے کو جگہ مل جائے"

روشنی ایک چھوٹے سے ٹیلے کے اوپر سے آ رہی تھی، جہاں ڈھلان پر جنگلی جھاڑیاں اور ناریل کے درختوں کے جھنڈ تھے — اور چاندنی رات میں یہ جگہ دور ہی سے بڑی پُراسرار لگ رہی تھی — ایک لومڑ چیختا ہوا ان کے قریب سے گزر گیا — سلوی سہم کر عنبر کے ساتھ لگ گئی —

"بہادر بنو سلوی"

جب وہ چڑھائی چڑھ کر ٹیلے کے اوپر آئے تو دیکھا کہ یہ کسی پرانے بدھی مندر کا ایک کھنڈر تھا — مہاتما بدھ کا ایک بہت بڑا پتھر کا ایک مجسمہ زمین پر پڑا تھا — مندر کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا، اور روشنی اس کے اندر سے آ رہی تھی۔

سلوی تو ڈر گئی —

"میں یہاں رات نہیں ٹھہروں گی — مجھے واپس لے چلو"

عنبر نے کہا:

"صبر تو کرو سلوی، میں اندر جا کر دیکھتا ہوں"

"میں تمہارے ساتھ جاؤں گی"

سلوی نے خوف سے کانپتے ہوئے عنبر کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"چلو، آؤ میرے ساتھ"

اور عنبر سلوی کو لے کر مندر کے ٹوٹے ہوئے دروازے میں داخل ہو گیا — اندر ایک دالان تھا — درمیان میں پتھر کا چبوترہ تھا جس پر کسی دیوتا کا بت رکھا تھا — اس کے آگے مٹی کا دیا جل رہا تھا — عنبر نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ چھت نیچی تھی — دیواروں کے پتھروں کی نوکیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ کونے میں ایک پتھر کا مٹکا رکھا تھا۔ عنبر نے مٹکے میں جھانک کر دیکھا — اس میں پانی تھا۔

سلوی سہمی سہمی عنبر کے ساتھ لگی چل رہی تھی — عنبر نے کہا:

"یہاں دیا کس نے جلایا ہے؟ میرا خیال ہے ضرور یہاں کوئی رہتا ہے۔ مٹکے میں پینے کا پانی بھی رکھا ہے — مگر سوال یہ ہے کہ جو کوئی بھی یہاں رہتا ہے، وہ کہاں ہے؟"

عنبر خود ہی سوال کر رہا تھا اور خود ہی جواب دے رہا تھا۔ سلوی تو بس سوائے ڈرنے کے اور کچھ نہیں کر رہی تھی۔ عنبر مندر کی کوٹھڑی سے باہر آ گیا — ساتھ ہی ایک بانس کا چھپر سا پڑا تھا — اس کے نیچے خشک گھاس بچھی تھی —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا:

"ہم یہاں آرام کریں گے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے — نہیں تو تم کل سفر نہ کر سکو گی۔ ابھی اکیاب شہر تک جہاں جنگل میں پچیس میل تک چلنا ہے۔"

سلوی نے کہا:

"مجھے تو یہ جگہ بڑی ڈراؤنی لگ رہی ہے۔"

عنبر کہنے لگا:

"جنگلوں میں ایسی جگہیں ہی ہوا کرتی ہیں اور پھر میں تمہارے ساتھ ہوں — تم سو جاؤ، میں پہرہ دوں گا۔"

"تم نہیں سوؤ گے کیا؟" سلوی نے پوچھا۔

"نہیں، مجھے نیند کی ضرورت نہیں — تم آرام کرو۔"

اس نے سلوی کے لیے چھپر کے نیچے خشک گھاس پر جگہ بنا دی۔ سلوی گھاس پر لیٹ گئی اور عنبر کا ہاتھ پکڑ کر بولی:

"مجھے چھوڑ کر چلے نہ جانا۔"

عنبر نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا:

"ہمت سے کام لو سلوی، جی نہ ہارو — اب تم سو جاؤ۔ میں یہیں تمہارے پاس بیٹھا ہوں۔"

سلوی کو جب تسلی ہو گئی تو اس نے آنکھیں بند کر لیں — بے حد تھکی ہوئی تھی۔ جلد ہی گہری نیند میں کھو گئی — عنبر کچھ دیر

بیٹھا مندر کے صحن میں پڑے ہوئے گوتم بدھ کے مجسمے کو تکتا رہا — مندر کے دروازے میں سے چراغ کی روشنی ہو رہی تھی۔ باہر اب چاندنی ترچھی ہو کر مشرق کو جا رہی تھی — چاند آگے نکل آیا تھا — اوس گرنے لگی تھی جس کی وجہ سے سردی ہو رہی تھی۔ رات پُر اسرار خاموش اور ڈراؤنی تھی۔ سلوی ہلکے ہلکے خراٹے لے رہی تھی —

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی — ٹیلے کے نیچے جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ شیر بھی اپنا شکار ہڑپ کرنے کے بعد سو گیا تھا — عنبر اپنے دوست ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جانے وہ سمندر میں کس جگہ ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رنگون پہنچ چکا ہو — عنبر اپنے خیالوں سے اچانک چونک سا گیا — اس نے کان کھڑے کر لیے — اس نے ابھی ابھی ایک آواز سنی تھی — یہ آواز کچھ عجیب قسم کی تھی اور اس کے قریب کی جھاڑیوں سے آئی تھی۔ یہ کیسی آواز تھی؟ عنبر اپنے ذہن پر زور دینے لگا — جنگل خاموش تھا — عنبر کو آواز یاد نہیں آ رہی تھی —

اچانک وہی آواز پھر سنائی دی — عنبر نے جلدی سے سلوی کے اوپر خشک گھاس ڈال دیا اور خود پستول نکال کر ذرا پیچھے اندھیرے میں ہو کر بیٹھ گیا — اس بار آواز اس نے صاف صاف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سُنی تھی — یہ ایسی آواز تھی جیسے کوئی درندہ کسی جھاڑی میں گوشت کھاتے کھاتے غرّایا ہو — اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی — خاموشی اچانک اتنی گہری ہو گئی کہ عنبر کو اپنے دل کی دھڑکن سنائی دینے لگی — جیسے کسی نے اچانک ہر شے پر موت کی مہر لگا دی ہو۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ یک لخت اتنی شدید خاموشی کیسے ہو گئی!

پھر اس بھیانک خاموشی کو چیرتی ہوئی آدھی رات کے سناٹے میں ایک اور آواز اُبھری۔ یہ آواز بے حد ڈراؤنی تھی۔ اور کسی عورت کی تھی، جیسے اُس نے روتے روتے ایک اونچی لمبی آواز نکالی ہو — یہ آواز بَین کرنے کی آواز سے ملتی جلتی تھی —

عنبر کا دل ایک بار زور سے دھڑکا — آواز بے حد ڈراؤنی تھی اور آدھی رات کی موت ایسی خاموشی نے اُسے اور زیادہ بھیانک بنا دیا تھا —

یہ آواز کسی انسانی عورت کی نہیں، بلکہ کسی چڑیل کی آواز لگتی تھی۔ خدا کا شکر تھا کہ سلومی کی آنکھ نہیں کھلی تھی، ورنہ وہ ضرور چیخ مار دیتی — عنبر چپ بیٹھا، ریوالور ہاتھ میں لیے اندھیرے میں چمکتی آنکھوں سے مندر کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عنبر کا خیال تھا کہ چڑیل کی آواز مندر کی جانب سے آئی

تھی — اس کی آنکھیں مندر کے دروازے پر لگی تھیں جس کی روشنی اس ڈراؤنی آواز کے ساتھ ہی ایسے لرزنے لگی تھی جیسے دیے کی لو دہشت کے مارے کپکپا رہی ہو۔

ایک بار جنگل پھر خاموش ہو گیا — چاند درختوں کے پیچھے چھپ گیا تھا اور مندر کے صحن میں اندھیرا اتر آیا تھا۔ پھر بھی اتنی بجھی بجھی سی روشنی ضرور تھی کہ عنبر کو صحن والا بُت صاف نظر آ رہا تھا۔

پہلے تو عنبر نے سوچا کہ اُٹھ کر آواز کا سراغ لگایا جائے۔ پھر وہ یہ سوچ کر بیٹھا رہا کہ سلومی کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اتنے میں وہی چڑیل کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز پھر بلند ہوئی۔ اس دفعہ آواز قریب سے آئی تھی — عنبر نے ٹیلے کی ڈھلان کی جانب جھاڑیوں پر نظریں گاڑ دیں — آواز اُدھر سے آتی معلوم ہوئی تھی۔

اور پھر اُس نے ایک سائے کو دیکھا جو ڈھلان کی جھاڑیوں سے نکل کر آہستہ آہستہ دائیں بائیں جھومتا مندر کی طرف بڑھ رہا تھا —

یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ عنبر نے غور سے دیکھا — چاند غروب ہو چکا تھا — کھنڈر میں اندھیرا تھا — سایہ مندر کے دروازے کی طرف آ گیا — دروازے کی روشنی میں عنبر نے سائے کو دیکھا تو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خوف سے کانپ اٹھا۔ وہ ایک بھیانک چہرے والی چڑیل تھی۔ جس کے پاؤں الٹے تھے۔ ہاتھوں کے ناخون لمبے لمبے نوکیلے تھے۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ چہرہ توے کی طرح سیاہ تھا اور ایک ہاتھ میں اس نے ننگی تلوار پکڑ رکھی تھی۔

چڑیل مندر کی سیڑھیاں اتر گئی۔ عنبر نے سوچا اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ سلوحی کو یہاں سے لے کر بھاگ جائے؟ اگر سلوحی نے ڈر کر چیخ ماردی تو چڑیل اس پر ضرور حملہ کرے گی۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مندر کے اندر سے چڑیل کی چیخ بلند ہوئی۔

عنبر نے سلوحی کی طرف دیکھا، وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ عنبر آہستہ سے اٹھا اور دیوالور ہاتھ میں تھامے مندر کے دروازے پر آگیا۔ پھر وہ دیوار کے ساتھ لگ کر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا۔

آخری سیڑھی سے کچھ اوپر اس نے دیوار کی اوٹ سے دیکھا کہ چڑیل چبوترے کے سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ تلوار اس نے بت کے آگے رکھی تھی اور دونوں بازو اوپر اٹھائے بین کر رہی تھی، جیسے اس کے سارے گھر والے مر گئے ہوں۔ بین کی آوازیں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ عنبر خاموشی سے یہ دہشتناک منظر کو دیکھتا رہا۔ چڑیل نے بین کرتے کرتے دیوتا کے بت

کے سامنے سے ننگی تلوار اٹھائی اور اپنی گردن پر اس قدر زور سے تلوار کا وار کیا کہ چڑیل کی گردن کٹ کر نیچے گر پڑی۔ عنبر لرز گیا۔ ایسا بھیانک منظر اس نے شاید ہی پہلے کبھی دیکھا تھا۔

چڑیل کی کٹی ہوئی گردن سے خون نکل رہا تھا۔ گردن نیچے پڑی تھی، مگر چڑیل اسی طرح بغیر سر کے دھڑ لیے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ اس نے تلوار چبوترے پر رکھ دی تھی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا کٹا ہوا سر پتھروں سے اٹھایا اور دیوتا کے بت کے سامنے رکھ دیا۔ چراغ کی روشنی میں عنبر نے دیکھا کہ چڑیل کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں کھلی تھیں۔

عنبر نے اچانک محسوس کیا کہ کٹے ہوئے سر کی شعلہ برساتی آنکھیں اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہیں۔ وہ گھبرا گیا۔ اچانک کٹے ہوئے سر نے ایک چیخ ماری اور اپنی جگہ سے اڑ کر عنبر کی طرف آیا۔ عنبر نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے چڑیل کا کٹا ہوا سر چھت پر جا لگا اور عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قہقہے لگاتے ہوئے گردش کرنی شروع کر دی۔ چڑیل کا دھڑ بھی اب اپنی جگہ سے اٹھ کر عنبر کی طرف بڑھا۔ چڑیل کے دھڑ سے خون بہہ رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر سے اور کچھ نہ ہو سکا تو اُس نے گولی چلا دی۔ دھماکہ ہوا اور عنبر نے دیکھا کہ چڑیل کے دھڑ نے اپنا کٹا ہوا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا ہے اور اس کی طرف بڑھ رہا ہے — عنبر اوپر کی طرف بھاگا — وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا مندر سے باہر آ گیا — چڑیل کے کٹے ہوئے سر کی چیخیں اُس کا تعاقب کر رہی تھیں — اُسے سب سے زیادہ پریشانی سلوی کی تھی — اب وہ چاہتا تھا کہ سلوی کو لے کر وہاں سے نکل بھاگے۔

عنبر پھلانگ لگا کر چھپر کی طرف بھاگا — مگر وہاں سلوی نہیں تھی — وہ پریشان ہو گیا — اس نے سلوی کو بے اختیار آوازیں دینا شروع کر دیں — جنگل اس کی آوازوں سے گونج اُٹھا — مگر سلوی کا کہیں کچھ پتا نہ تھا — کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے زمین کھا گئی تھی کہ آسمان اُٹھا لے گیا تھا۔ عنبر نے مندر کے دروازے کی طرف پلٹ کر دیکھا — سوچا کہیں چڑیل نے اُسے اپنے قبضے میں نہ کر لیا ہو — مندر کا دروازہ خالی پڑا تھا۔ عنبر پلک کر دروازے میں آیا — زینہ آخری سیڑھی تک خالی پڑا تھا۔ وہ نیچے اُتر گیا —

چبوترے پر چڑیل کا خون بکھرا ہوا تھا لیکن چڑیل کہیں نہیں تھی — نہ اس کا کٹا ہوا سر تھا اور نہ دھڑ — سوائے خون کے وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ عنبر نے کوٹھڑی کا ایک ایک کونا بار بار

دیکھا اور سلوی کو آوازیں بھی دیں مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ چڑیل نے اپنے ساتھ سلوی کو بھی غائب کر لیا تھا — چھپر کے نیچے گھاس ویسے ہی پڑی تھی — سلوی کہیں نہیں تھی — عنبر سر پکڑ کر بیٹھ گیا — رات کافی گزر چکی تھی اور اب کچھ ہی دیر بعد اجالا ہونے والا تھا — عنبر پریشان ہو گیا — اب وہ سلوی کو کہاں تلاش کرے؟ اسے ڈھونڈ کر اس کے ماں باپ کے پاس پہنچانا اب عنبر کی ذمے داری بن گئی تھی —

رات گزر گئی — جنگل میں دن کی روشنی پھیل گئی — عنبر نے دن کی روشنی میں مندر میں جا کر دیکھا تو چبوترے پر خون ویسے کا ویسا ہی تھا مگر وہاں چڑیل کے خون کو کوئی نشان تک نہیں تھا — تو کیا وہ شعبدہ بازی تھی؟ مگر نہیں، چڑیل کو اپنی گردن کاٹتے عنبر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، لیکن وہاں نہ چڑیل تھی، نہ اس کا خون تھا اور نہ سلوی تھی —

عنبر کافی دیر مندر میں گھوم پھر کر جائزہ لیتا اور سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے — وہ مندر کے پاس ڈھلان کی طرف آ گیا اور نیچے اُترنے لگا یہاں جھاڑیاں اُگی تھیں اور راستہ بڑا دشوار تھا — مگر عنبر نیچے اترتا چلا گیا۔ انہی جھاڑیوں سے عنبر نے چڑیل کو آتے دیکھا تھا — عنبر ٹیلے سے نیچے اُتر کر آیا تو اس کے سامنے ایک پگ ڈنڈی تھی جو گھنے جنگل کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاتی تھی —

عنبر اس پگ ڈنڈی پر چل پڑا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں سے دیہاتی لوگ آتے جاتے رہتے ہیں — یہاں کیلوں کے بڑے درخت تھے — آگے جا کر پگڈنڈی غائب ہو گئی جیسے گھنے جنگل میں ایک دم غائب ہو گئی ہو — عنبر رک کر سوچنے لگا اُسے کس طرف جانا چاہیے — اس نے خدا کا نام لیا اور ایک طرف درختوں کے نیچے نیچے روانہ ہو گیا — درخت ساگوان اور ساگوان کے تھے — جو بڑے گنجان ہوتے ہیں اور بہت اونچے اوپر جا کر یہ آپس میں گڈ مڈ ہو گئے تھے — جس کی وجہ سے دن کی روشنی جنگل میں بہت کم آ رہی تھی — سارے جنگل میں سبز سبز اندھیرا سا پھیلا ہوا تھا —

عنبر چلتا چلا گیا —

اُسے پانی کے گرنے کی آواز آئی — وہ اس آواز کی طرف چلا — یہ ایک چھوٹی سی ندی تھی جو ایک پہاڑی ڈھلان سے نیچے تالاب میں گر رہی تھی —

یہاں بڑے بڑے پتھر سلوں کی شکل میں تھے جن پر بارشوں نے زنگ لگا دیا تھا۔ اگر کوئی ان سلوں پر پاؤں رکھے تو پھسل کر نیچے تالاب میں گر جاتے — عنبر ان پتھروں سے بچ کر آگے نکل گیا — اب پہاڑی کی پتھریلی دیوار اس کے

بائیں جانب تھی — اور دائیں طرف گھنا جنگل تھا۔

عنبر چلا جا رہا تھا — اُسے یقین تھا کہ چڑیل کا سراغ اس جنگل میں کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا — اُسے جھاڑیوں میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی — وہ رک گیا۔ قدموں کی چاپ بھی رک گئی —

عنبر نے مڑ کر دیکھا — جنگل ویران اور سنسان تھا۔ وہاں اُس کے سوا کوئی انسان نہیں تھا — عنبر آگے روانہ ہوا۔ قدموں کی چاپ کچھ دور جا کر پھر سنائی دی — عنبر نے ایک دم رک کر پیچھے دیکھا — کوئی بھی نہیں تھا — کہیں وہی چڑیل تو اس کا پیچھا تو نہیں کر رہی ؟

اچانک عنبر کو فضا میں ایک بُو محسوس ہوئی — یہ شیر کی بُو تھی — کیا وہی آدم خور شیر اُس کا پیچھا کر رہا ہے —

عنبر تیز تیز چلنے لگا — اب شیر کی دھاڑ سے جنگل گونج اٹھا۔ عنبر ایک گھنے درخت کی طرف لپکا تاکہ وہاں سے شیر کا مقابلہ کر سکے — جونہی وہ درخت کے پاس پہنچا وہ دھڑام سے ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا — یہ وہی گڑھا تھا جو شکاری یا شیر کی کھالوں کے چور اُسے پکڑنے کے لیے جنگل میں کھود رکھتے ہیں اور اوپر گھاس پھونس ڈال دیتے ہیں۔

یہ گڑھا کوئی بیس فٹ گہرا تھا — عنبر گرتے ہی اٹھا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے اوپر دیکھا — کھڈ کی منڈیر پر اُسے شیر کا بہت بڑا خوفناک سر دکھائی دیا — وہ نیچے عنبر کو دیکھ کر غرا رہا تھا اور کبھی اِدھر جاتا تھا، کبھی اُدھر ہو جاتا تھا —

عنبر نے سوچا کہ وہ کس طرح سے اس کھڈ سے باہر نکلے۔

اتنے میں شیر نے کھڈ میں چھلانگ لگا دی — وہ عنبر کے اوپر آن کر گرا — اس نے عنبر کو دونوں پنجوں میں دبوچ لیا اور گردن میں اپنے خونی دانت گاڑنے کی کوشش کی، مگر عنبر کی گردن تو پتھر سے بھی زیادہ سخت تھی —

عنبر نے اس دوران میں اپنا ریوالور نکال کر شیر کی کھوپڑی کے ساتھ لگایا اور اوپر تلے دو فائر کر دیے — دونوں گولیاں شیر کا دماغ پھاڑ کر نکل گئیں — شیر نے ایک آخری چیخ ماری اور عنبر کے اوپر سے نیچے لڑھک گیا — شیر مر چکا تھا — عنبر نے ریوالور جیب میں رکھا اور کھڈ کے اوپر دیکھا کہ وہ کیونکر باہر نکل سکتا ہے — باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا — عنبر سب کچھ کر سکتا تھا، مگر اپنے دوست ناگ کی طرح اڑ کر وہاں سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ تعویذ گم ہو جانے کی وجہ سے وہ ہوا میں اُڑ کر بھی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

جنگل میں پُراسرار اندھیرا چھا گیا، ہر طرف خاموشی ہو گئی۔

عنبر شیر کی لاش سے ٹیک لگا کے بیٹھا رہا اور سوچتا رہا کہ اُسے

کیا کرنا چاہیے — اتنے میں وہی بین کرنے کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز پھر بلند ہوئی — آواز جنگل سے آ رہی تھی اور یہ اسی چڑیل کی آواز تھی جس نے مندر میں تلوار سے اپنی گردن کاٹ ڈالی تھی اور سلومی کو گم کر دیا تھا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پُراسرار غار کی مورتی

- چڑیل کا عنبر سے کیسے سامنا ہوا؟
- دونوں کے مقابلے میں کون جیتا؟
- سلومی عنبر کو کس حالت میں ملی؟
- کیا عنبر مغلیہ شاہی ہار بادشاہ کو پہنچا سکا؟
- ناگ سے عنبر کی ملاقات کہاں ہوئی؟

ان سوالوں کا جواب آپ کو
اسی سیریز کی چوتھی قسط
"پُراسرار غار کی مورتی"
میں ملے گا

مکتبہ اقراء
۱۲-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناگ لندن میں

عنبر اژدہا کے پیٹ سے کیسے باہر نکلا؟
ناگ اور عنبر سلومی کی دوبارہ ملاقات کہاں ہوئی؟
اگلی قسط میں ناگ عنبر کی پیاری بہن انہیں کیونکر ملی؟
اور عنبر نے شاہی نولکھے ہار کی امانت کس طرح شہزادی زیب النساء تک پہنچائی؟

ان سارے سوالوں کا جواب
آپ کو اسی سلسلے کی
اگلی قسط
"ناگ لندن میں"
میں ملیں گے

مکتبہ اقراء
۱۲-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈراما انسپکٹر رضوی اور موتی کے
کارناموں پر مشتمل

ستار طاہر کے ناول

- جس رات شہر میں قتل ہوا ۴/-
- بھوت اور موتی ۴/-
- ایک سے بڑھ کر ایک ۴/-
- موتی اور سمگلر ۴/-
- ٹیلی فون پر موت ۴/-
- پیلا لفافہ ۴/-
- شیشے کا آدمی ۴/-
- برف پر خون ۴/-

یہ ناول آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیے یا براہِ راست ہم سے منگوائیے!
مکمل سیٹ منگوانے کی صورت میں محصول ڈاک ہمارے ذمے ہوگا!

نیا مکتبہ اقراء ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موت کے تعاقب کی واپسی

جو پانچ ہزار سال سے ملک ملک بھٹکتا رہا....

اے حمید واپسی کے سفر کی کہانی بیان کرتے ہیں

اگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی

سنسنی خیز داستان

ایک جھلک

۱ لاشں سے ملاقات	اے حمید	-/۵ روپے
۲ جہاز ڈوب گیا	اے حمید	-/۵ روپے
۳ مندر کی چڑیل	اے حمید	-/۵ روپے
۴ پُر اسرار غار کی مُورتی	اے حمید	-/۵ روپے
۵ ناگ لندن میں	اے حمید	-/۵ روپے
۶ تابُوت میں سانپ	اے حمید	-/۵ روپے

اپنے قریبی بک سٹال سے خریدیے یا براہ راست
ہم سے منگوائیے!

نیا مکتبہ اقراء - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور